

C l a s s i c



افسانے

# بڑی شرم کی بات

عصمت چغتائی

RHOTAS



Low Priced Series

# بڑی شرم کی بات افسانے

عصمت چغتائی

ہمارے حقوق محفوظ

۱۹۹۲ء

اشاعت اول

نہیں ہے غمزدہ بچان کر لانا اور

پاکیزہ

روایتیں ہمیں اور ہمیں اور - نیکل ہوا اور

پیشکش

روایتیں ہمیں

بڑی شرم کی بات

Figure 1

1 2 3 4 5 6

فرقہ بندی

○ یہاں سے وہاں تک ○

437

داڑ نے اپنی عیلم سے دیا کہ اگر پھر پھر کی ڈالی تو وہ اس کا پتہ نکلتے کے وہ سری ہو کرے گا۔۔۔ لیکن پھر کی پیدا ہونے سے پہلے ہی ایک دن داڑ نے بچوں کو اسکول سے لے کر گاڑی فٹ پاتھ پر چڑھا دی۔ بچوں کے چہرے تو نہیں گی مگر ہائے تو اب اپنی پائی کی گھینٹ خلی کر کے چاڑھا۔ جس پر اسی دن لے ڈرائیج رنے بند کر لیا۔

ایک دن کیا دیکھتے ہیں ڈھوڑی ایک جینیل کی شکل کی پھر کی چھائی سے پیکارے فٹ پاتھ پر بیٹھے والی ڈھوڑی والی کے پاس بھی ہوئی ہیں۔ اجازت صورت' کھینچی ہوئی۔

"اگرے ڈھوڑی کیسی ہے دی۔" میں نے روکا۔ پوچھا۔

"ٹھیک ہے ہائی۔" وہ اٹھ کر میرے ساتھ ساتھ چلے گئیں۔

"داڑ کیا ہے؟"

"مور ڈھوڑی۔"

"مور مور کیا؟"

"مستہ رہا، دی۔"

"لازم بنت پائی کی وہ سے تھے پھر ڈھوڑی۔"

"نئی پائی پھر کی تو ہند میں تھی۔" وہ تو وہ نکلتے کو گیا۔

"مور تو فٹ پاتھ ہوں گے میرے۔ بہت روپے بیچتا ہو گا تھے۔"

"نہیں ہائی۔ اسے اپنی آئی کو بیچا۔"

"میں کی میں یعنی میری ماں کو؟" مڑھی میں آئی میں کو کہتے ہیں۔

"نہیں" وہ ہائی جو اسے اور بھرا۔ "تو ڈھوڑی صاحبہ مڑھ رہی تھیں۔"

"مور اور ڈھوڑی دونوں کا ٹھکانا چلا تھا۔ جانے سے پہلے داڑ نے بھاگ کیا اس سے

اور۔"

مگر وہ سری شادی تھے طلاق دینے کا کیس کر سکتا ہے۔ بھگواں نہ جائیں گی

ڈھوڑی کو میں اس وقت سے جانتی ہوں جب اس کا بچا داڑ چھے ہائے کے سینہ کی ڈرائیج دی کرنا تھا۔ ہم سے تو نکلتا ہے ڈھوڑی کوئی عیلم عیلم مہوار حم کی گھائی ہو کی مگر ڈھوڑی کا فٹ شکل سے چار فٹ ہو گا۔ نی بھر کے بد صورت نہیں ی آگھیں" آگے کو نکلتا ہوا بچا جزا نور دھسا ہوا تھا۔ چھ ماہ پہلے ہی ایک حد لودھا جتی تھی تو داڑ نے دامدنی کر اس کی تھی پہلی نرم کر دی تھی۔ اچھا ماہ کی سوچی ماہی بیٹی نہ جانے رات کو کب مڑھی۔ نور ڈھوڑی ڈاڑھیں مار مار کر دیتی۔ ہائی لوگ لا کھتا تھا کہ ڈھوڑی نے نوپاؤس کے پائی کی گھینٹ کر دی۔ یعنی رات کو پچھلے سے لگا دیا۔ مگر ایسی بات ہوتی تو میرا کام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ڈھوڑی کا مور ایک دم موٹا تھا۔ بہت دامدنی تھا۔ مگر ڈھوڑی کھتی تھی رات کی دودھ کرنا ہے۔ سینہ ساری ساری رات پھر کر اس کی رنگ لکھتا کرنا ہے۔ وہ مور میں بیٹھے بیٹھے لوہ جاتا ہے تو چار مار لیتا ہے۔ یعنی کی شاید ہی کوئی ہڈی ہو جس کے اعلیٰ کے کسی کو نے میں اندھیری گھینٹ میں ڈاڑھوں کی کوفی میں حتیٰ کہ گندے سزا میں دامدنی کھینٹ کی جاتی۔ اور پھر مور دلی کے سنہن طاقے میں ڈاڑھ کی طرف جانے والی سڑک پر پھر پڑ پائی میں تو پاتھوہ فھرے کی ہار بھی ہوئی ہیں۔۔۔ کھن میں حتیٰ ہوئی کیا فرسٹ کلاس پھلی کھاتا ہو تو ڈاڑھ سے بھر کوئی جگہ نہیں۔ وہیں مضر ترین جہتی اور لکھتی چنے پھر نہیں کا اٹھے یعنی میں جواب نہیں۔ اور وہ سنے قیبت میں رہے ہیں میں میں سینہ لوگ اپنی رکھیل رکھتے ہیں۔ سینہ میں کی جاسوی کا درد اڑیوں سے قحط یہ سینہ لوگ جو فلم کا درد کرتے ہیں یعنی اصل میں ڈاڑھ ہر کے سڑ کے سڑ کے کھڑے ہو فلم کے طاق پھر کی سے لے کر بہت فلموں تک کا میں میں جانتے ہیں۔

سینہ لوگ جب اور چلے جاتے ہیں تو بچے اڑنے کا وقت مقرر نہیں ہوتا۔ بچے ڈرائیج ہوا اور شراب کا دور چلتے ہیں۔ وہیں سے داڑ کو شراب کی عادت نے پکڑ لیا۔ پھر یہ عادت اپنی بڑھی کہ ڈھوڑی کی سوت میں بیٹھی۔

پائی کے مرنے کے چند مہینے پھر ڈھوڑی کا یہ پھر سے بھاری ہو گیا۔ اب کے

سرور کو۔

"مکملن داؤد بھڑکڑی ہوئی۔"

صبر سے دس بارہ سال ہوئے قانون پاس ہوا کہ ایک سے زیادہ بڑی کی اجازت نہیں۔ طلاق بطور سری شادی جرم ہے۔"

"کالے کو؟ کالے کو کوئی مراغمی، سندھی اور ہمایا لوگ سختی شادی دیتے۔"

"سب پر کس جمل سکتا ہے۔"

اصوڑی قطعی ماننے کو چار نہ تھی اور نہ میرے پاس وقت نہ وسیلہ کہ اسے قانون سمجھائی جاوے۔ خود میرے جان پہچان کے سبوز لوگوں کے پاس ایک بڑی کے علاوہ اور کسی اور نہیں ہیں۔ سارے پڑت سے میرے اداوار کوئی نہیں پکار سکتا کسی کو قتل بھی ہو جاتی ہے کہ سلاطین طویل ہو گیا۔

"ہائی میرے کو کام ہے۔" اصوڑی پیچھے چا گئی۔ میری پرانی بھانجہ نکال کرنے والی ہائی اصوڑی کو میرے ساتھ دیکھتے ہی دھتیاں بھانسنے لگی۔ اور دونوں میں فاصلہ فرانے کی مراغمی میں جنگ شروع ہو گئی۔ میں اسے سال سے بھگتی میں رہتی ہوں کوئی دستان دستان ہونے تو مراغمی، کمراتی، سندھی، بنگالی خاص ہے چاہتی ہے۔ مگر سب ایسی زبانوں میں تو قومی میں شروع ہو جاتی ہے تو میرے خاک کھ میں نہیں آتی۔ انتہائی مدد فرما پھرتی بھین میں تو ہر وقت کھلی بن کر کھان کے پورے پھانسنے لگا ہے۔ جیسے ہا چوڑی گاڑی کھڑے پر دوڑ رہی ہو۔

میں دونوں کو اذیت کرانے لگا۔ ہشت بھری اصوڑی بھوکری کو بیلڑی پر کا کرانے کس دی تھی۔ اور اصل میں کی دھوئیں کھانسی ہادیوں کی بڑی دھار سے کا کر تم کھانا چھاتی تھی۔ بڑی مشکل سے دونوں کو ضبط کیا اور اصوڑی کو کھانا کھانسی کی شین میں بٹھ گیا تھا تو ایمان نہ لگا۔ دھتیاں برس سے میرے پاس لگی ہے۔

برسات شروع ہوتے ہی بھگتی میں ہائی لوگ کا ہڈ کرانے لگا ہے۔ سامنے جائوں اور گری میں آنکھ لگنے کو ہائی نہیں ملتی۔ تب نہ نا انشس کی بھادی

لگائی جا سکتی ہے۔ نہ بھڑ پانی میں گھرنے ہوئے ہار یا نیچے سنبھل کوئے کھڑے۔ سندھ کے کھانے لوگ بچے چھان کسی بھی سوانے دھنڈے کیلئے کام نہیں آ سکتے۔ قلیوں کی انگوٹوں میں مشکل والے ڈکریے ہوتے ہیں۔ ہار میں دونوں ہار دہی لوگ کے جیل ہوتے ہیں۔ اور جب ملک مکن سہا ہے تو ہار دہی مکن میں داند اندر ہٹے ہوئے اڑاتے ہیں۔ چاکھا کھانا بڑی دوا دلی سے اپنی پریشانیوں کو لگا دیتے ہیں۔ کبھی چادر باندھنے کے بعد ہار دہی شراب سے شوق فرماتے ہیں اور اگر گری میں ایئر کنڈیشننگ میں صاحب لوگ بد ہوں تو اور انک روم میں ستر لگ جاتے ہیں۔ ہار صوبہ دھنڈے کے وقت خلی کر کے مصلیٰ ہو جاتی ہے۔

شکر ہے برسات کے بعد میں چھٹی کی صورت کی بھوک بھی لٹھ کو چاروں ہار گئی۔ سڑی لگی راستہ میں بھگتی ہوئی ترکاریوں کے بھنگوں کی بھائی کھانے والی ہار کا دھنڈہ پانی کر سوا بندھ چکا بھی دم توڑ دیا تو ہار بھی ہاتھ چھٹی تھی۔

ہائی کی موت نے جیسے اصوڑی کے دن بھر دینے کو ہائی لوگ کے حلق دھنڈے جاگ اٹھے اور لوگوں کا دوا چا گیا۔ اصوڑی نے ہڈنگ کے بھیس قلیوں میں سے آٹھ دس بارے اور سچ سے شیم تک کپڑا ہر حق بھانڈا کھا کر کے خوب کھانے لگی۔

دلائے نے دھتیاں بھج کر اپنی عیب کو پرکھنا بنا لیا اور اصوڑی نے کل ہری دھو چیں خرید کر ترکاری والی ہائی کے پاس بیٹھا شروع کر دیا۔ وہاں ہر وہ بھڑ بھین بھڑکی ہر دھن میں ہاتھ پیر ہائی لوگ کو زندہ رہنے کے ہر ہر ہر نیچے ہاتھ پیر۔ اصوڑی بڑے دھیمان سے اس کے بھانسی سختی اور مرد سختی۔

کام ختم کر کے ہائی لوگ شیم کو لہا دھ کر سول سٹار کرتی ہیں۔ ٹکڑے ہار کے دھنڈے خرید کر کھا کر کم کرتی ہیں اور گاڑی ہار کھانے بھریں اور انہا ہار سندھ کے کھانے سٹار پر چڑھ کر چلو خیاات کرتی ہیں۔ کھل کر سختی ہو جاتی ہیں۔ دوا کھانوں سے آنکھیں بھی لڑاتی ہیں۔ وہیں بھلی ہار چو فٹ لوگے دھنڈے کھانے سے اصوڑی کی آنکھ میں لوگئی۔ دلائے کے بعد اسے سواری آنکھ میں آنکھ والے کی سلت





اس کی بات دہرے ہے۔

دھوکہ کی ناک پر ناکوں تک کا بچھڑا نہیں تھا۔ مجھ کو کیا ضرور دھوکا پانے کیس جھٹلایا ہو گا۔ یہی کمال ہے نہ پھانسا نہ پٹی۔ یہاں تک کہ کھڑکی تک نہیں۔ لوگ کم کم اس کی ناک کو تک دے رہے ہیں اور دھوکہ سب کی اور حلقہ نظروں سے دیکھنا پکا چلا آ رہا ہے۔

"کون ہوا ناک کا؟" "دھوکہ بڑا کھڑا ہوا۔ جب جانتی تھی تو ناک سے کون آتا۔ پھر اس بکھڑے کو تو گراوا۔ مجھی ہم نے ہوش ہو گیا۔"

ایک دم دھوکا بچھاڑ چکا کہ روکنے لگی اور سمیٹ مڑا لی جس نے ہلنے کیا کہہ دی تھی۔

دکھتوں سے صاحب لوگ جھک جھک کر نہ جانے کیا کہہ رہے تھے۔ سب ایک دم بول رہے تھے اور کسی کو دھوکے کی بات کہنے کی فرصت نہ تھی۔ اور کچھ کچھ کی بات بھی نہ تھی۔ سب ہی بکھڑے کھڑے ہوئے تھے۔ دھوکہ جلدی جلدی دھوکا کا گوارہ سمیٹ رہا تھا۔ من لوگوں کے جانے کے بعد جمع ہو گیا۔ ہاں ہاں سا ہو کر ٹھہر گیا۔ اتنے دھانسی دار اسے کا اہتمام اتنا پس پسلہ بھلی کے مجھے کی دھوکا میں دھوکہ کی ناک اور دھوکا کے من سے خون اڑتا رہا کہ کسی پچھلے نے پچھلے کو خون کرایا۔

پہلے کے داکٹر بھی ہے وہ خاتم کے کعبہ کے کیس کھینچنے ان کی بیوہ حرام کی پچھلے شرمندہ چھی کہ لفظوں نے جان بوجھ کر بے وقوف بنا دیا۔

خود صبر تو بہت کھسپاں ہیں طاری تھا۔ جس کا الزام میں کسی نہ کسی پر توہین کے منصوبہ بنا دی تھی۔ میں نے خود کو غایت مدش خیال دیکھی ملک کا نام دہ اور عام انسان سے ہے وہ قریب کچھتے ہوں ان کے بارے میں میں اتنا جانتی ہوں کہ کعبہ کو لگی کی واردات یقین کر گئی ہوں۔ عواد عورت کے برابر حقوق کی علم بداد ہو ناک کاٹا ہے تو غرت کرتی ہوں مگر عورت سو کی ناک کاٹنے تو دل چاہی ہوں۔ اہل سختی ظلم کی بات ہے۔



اور دھوکا کسی ہلے کا بواب نہیں دیتی۔ اس کا چپ کا حلقہ میرے گھروں کے پردے پھاڑے دے رہا ہے۔ اہل اس کی آنکھیں کھلیں کم ہو گئی ہیں۔ ان میں کسی باد کا خلی پنا ہے۔ آخر صبح ہو گئی۔ چھانک کا کھانکا کھانکا نہیں بھلی۔ لوگ داکھتوں پر کھڑے انتظار کر رہے ہیں منت باہر ہے بھی بدلتے ہیں۔

دھوکا کسی بولی اتر کر منت باہر ہے قدم قدم کر تلیں رہی ہے۔ ہلی لوگ انہیں میں بدھ کر دی ہیں ان کی آنکھوں میں اس عورت کیلئے کسی بولی غرت ہے جیسے اہریلی ہانگن نے کسی مقدس چیز کو اس لایا ہو۔

دھوکا عزم ہی بنی منتی پیش کر رہی ہے۔ اس نے جی دھ کی ناک میں کھلی۔ خد میں دست جب وہ اس پر ہلی چلا اور کھڑے پھاڑنے لگا تو اس نے کافوفا تو بہت مگر نہ جی کی ناک پر کھڑی کھڑی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ اس کے ہونٹ چومے جھکا ہو اور ناک دھوکا کے دھوکا کی دھوکا آگئی ہو۔ ہلی اس پر دھوکا کا خون تو بہا کر کھ اس کے جسم پر کوئی دلم نہیں۔ اس کے کھنڈل پر جی کے خون کے داغ دھوکا بھی پوری طرح نہیں بھولے۔

مگر ہلی لوگ اس سے آنکھیں پرا رہی ہیں۔ اس نے بولی ہے جا کی۔ جی بھگوان ملن ہو رہا ہے۔ خد اسے گاڑی ہو رہا ہے۔ اکل عورتوں نے اپنے پر سبیلوں کا غیہ و غضب کی حالت میں خون کر رہا ہے اسلئے میں نے ٹھکرا کر دیا ہے۔ دھوکا بھی اگر دھوکہ باہر کا زخم چلا جاتی، اس کی آنکھیں پھوڑ دیتی تو بھی بکھ نہ جاتا مگر سو کی ناک اہل وہ چاہے چاہے کھلی جانے داکھوں سے جی کھنڈی حرکت ہے وہ ہر کھنڈی منتی نہیں۔

دن دھواں دھیر ہوئی اور سمندر پر لوبت ہوئے سورج نے آگ ہی لگا دی۔ خد میں ٹوسٹ ہی طاری ہے۔ دھوکا دھوکا ارے گی جیلتی ہے۔ نہ وہ لگی اور نہ کسی قہیت سے اس کی پکار آئی۔ نہ جانے کیوں سب یہی چاہ رہے تھے کہ دھوکہ ہو جانے اور دھوکا کو پچاس ہو جانے کہ قہیت پاک ہو۔

کوئی پانچ ساڑھے پانچ کا عمل ہو گا کہ جی کھنڈی کی لور اسے لوروں کی بجائیں گرا لیا ہاں جیسا دھوکہ باہر کھانے آتا دھوکا دیا۔ لوہڑے ایک ایک کر



وقت یہ لفظ دعو میں بھی نہ آیا تھا۔ غالب کو کہتے ہیں کہ وہ ترقی پسند تھے۔ انہوں نے انسان کی بھڑکی پر غور کیا ہے۔ اپنے لبائے میں میراں نے کیا قدم اٹھا کر عورت کی بھڑکی کو ابھارا تھا۔ عورت کے حقوق کو ابھارا تھا۔ عورت بھی اپنا تھرا حاصل کر سکتی ہے۔ اس کا تھرا اس کا حق نہیں ہے۔ اس کا شوہر ہی اس کا تھرا نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے تھرا تک براہ راست پہنچ سکتی ہے۔ میراں نے تھرا سے رشتہ توڑ لیا اور کوئی اس کا بچہ نہ

بچا۔  
نئی نسل کا مستقبل کیا ہے؟

## عصمت چغتائی سے چند سوال

ترقی پسند ادب کیا ہے؟

ہم اپنے بچے کو پیدائش سے ہی بتاتے ہیں کہ وہ جبر کھائے گی مٹھیں ہے۔ اسے صرف جبر کھانا ہے اور خصوصاً شو کے گئے یہ ضروری ہے۔ فریکس کی شادی کرنا ہے۔ لیکن اب شو کی کے دل میں بھی اہل رہے ہیں کہ تجھے بھی جبر کھانا ہے۔ جبر کھا۔ کسی طرح سے کھا کہیں سے کھا۔ ظاہر ہے کہ مشرقی سے زیادہ مغرب میں جبر کھانے کے مواقع زیادہ ہیں۔ اس وقت لڑکا مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ وہ مغرب کی بہت میں نہیں جا رہا ہے۔ وہ مغرب کی تہذیب کی بہت میں نہیں جا رہا ہے۔ مغرب میں جو اسے دولت ملتی ہے وہ اس کے بالکل میں جا رہا ہے۔ مغرب میں رہتا ہے۔ مغرب میں رہتا ہے۔ کھتا ہے۔ مغرب کی نقل کرنا فرمکتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ جبر کھانا ہے۔ بڑا سا رنگ خرید و منسوخ خرید و دنیا کی آسائشیں خرید و مغرب کی نقل کرنا یہ تو ہم بچے کو پیدائش سے ہی سکھا رہے ہیں کہ وہ مغرب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے ہم اس کے لئے بچپن میں کڑا دوائے کالہاس خریدتے ہیں۔ اس کو اگر بڑی لباس پہناتے ہیں۔ بچی کو فراگ پہناتے ہیں ہم اسے جینٹ پہناتے ہیں۔ وہ بچی کیوں نہ مغرب کے رنگ میں رنگا رنگ ہو۔ ہر طرح کی شکایت کرتے ہیں کہ مغرب کے رنگ میں رنگ پانا ہے۔ ہم بچپن سے بچے کو مغرب کی طرف دھکیلنے ہیں اور مغرب کی چیزیں اس کو یاد کر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہمارے بچوں اپنی کتابیں بچوں کے لئے نہیں ہیں۔ اسے ضروری سے اگر بڑی کتابیں دی جاتی ہیں۔ اسے بی سی پڑھانی جاتی ہے۔

ایسا ادب جو انسان کی ترقی چاہے انسان کی بھڑکی چاہے۔ وہ ادب وہ گوتہ جو انسان کو پیچھے نہ دھکیلے۔ انسان کو دنیا کی انہیں سمت چلائے۔ وہ ادب جو انسان کو علم و صحت اور دیگر حاصل کرنے میں مدد دے اور جو ہر انسان کو برابر کا حق دیتے ہر چیزیں رکھتا ہو۔ انسان کی زندگی کے صوبے کا قائل ہو۔ انسان کو زندگی سے نکال کر صاحب و مشفق حکم پر پہنچا دے۔ مکمل طور پر انسان کی بھڑکی چاہے۔ اس کے سوچنے کے انداز پر ایسا اثر دے کہ بھڑکی نہ بچھے۔ بچنے کے آگے نہ جھکے۔ اندھیرے میں جانے کے بجائے اہلے میں آئے۔ وہ ادب ترقی پسند ادب ہے۔

ادب ہم ترقی پسند ادب کہتے ہیں تو ان کی وضاحت لازمہ ہے۔ قصہ و کہانی، جمل، نظم اور غزل فریضہ ہر فرد اصل کے گہرائے نمایاں ہیں سے انسان کی انداز و بیہودہ خصوص ہو رہی دراصل ترقی پسند ادب ہے۔ اندھیرے سے اہلے کی طرف جو ادب لائے اس کو ترقی پسند ادب کہتے ہیں۔ ترقی پسند ادب کیا ہے انہیں ہر ایک آواز کی کے ٹھکانوں سے بیشتر سے ترقی پسند ادب کھانا جا رہا ہے۔ سوچو وہ دور کے سے شعراء ہیں ابھی نہیں ہوئے تھے لیکن اس وقت سے ترقی پسند ادب کھانا جا رہا ہے اور آج بھی کھانا جاتا ہے۔

کیر کو کہتے ہیں کہ وہ ترقی پسند تھے۔ اقبال کو ترقی پسند کہتے ہیں حالانکہ اس

کھانے انگریزی طرز کے دیے جاتے ہیں۔ ہماری گڑا انگریزی تعلیم کی بدولت ہے اور  
 فکر سمجھا جاتا ہے کہ ہم باہر سے لاکر کھانا کھا کر گھبرا کر رہے ہیں۔ لاکر کھانا  
 ہیں اور باہر کی ہرج اس کے ذہن میں چھین سے نکلتے ہیں۔ اور اب جب وہ مغرب  
 کی چاہا کرنے لگتا ہے تو ہم طاقت کس طرح کر سکتے ہیں۔ ہم اسے مغرب کی چاہا  
 نکالتے ہیں اور مغرب کی چاہا ہم اس لئے کرتے ہیں کہ وہاں دولت ہے وہاں  
 صنعت کاری دولت لاتی ہے۔ یہ دولت کی ہوس ہے جو ہمارے دلوں  
 میں مشرقی تہذیب کے خلاف غارت پیدا کرتی ہے اور مغرب کی تہذیب کو اپنے لئے  
 دولت دیتی ہے۔ ہمارا جگر کیا ہے؟ ہمارا جگر آج کی زندگی میں بہ کار ہے۔ ہمارا جگر  
 تھکا ہوا ہے۔ اب کھانا چاہتی اور طاقتیں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نہ وہ کھا لگے ہیں  
 اور نہ صحت ہے اور نہ وہ وقت ہیں اور نہ وہ مسہ ہے اور نہ وہ وقت ہیں۔ اب سب  
 صوفیہ ہیں۔ دسڑ خوں جانب ہو گیا۔ اب کھانے کے لئے کھانے کی  
 خصوصیتیں اور کھانا ہیں۔ ہم اپنے بچے کو مغرب کی تعلیم کرنے کے لئے بھی پالتے  
 ہیں۔ ہمیں اس سے کیا طاقت ہے؟ وہ مغرب کی اچھا نہیں بھی لیتا ہے۔ ہم اسے مغرب  
 کی طرف بھیجتے ہیں۔ فکر سمجھتے ہیں کہ وہ وہاں سے انگریز لائے۔ بچے کا کوئی قصور نہیں  
 ہے تو وہاں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر وہ وہاں سے بچے لائے ہیں۔ ان سے کہا جا سکتا  
 کہ مشرقی تہذیب کی طرف دھیان دے۔ ہمارا تہذیب ہے کہاں؟ کتنے مل باپ ہو اپنے  
 بچوں کو اپنی تہذیب و تمدن کی تعلیم دیتے ہیں۔ کتنے والدین ہیں جو اپنے بچوں کو  
 مولود اور وہ کھانے لے جاتے ہیں۔ کتنے مل باپ ہیں جو اپنے بچوں کو جانب مگر لے جا  
 کر انہیں اپنے ملک کے آثار قدیمہ سے واقف کراتے ہیں۔ سب مغربی دانش اور  
 طرز تفکر کی تعلیم کرتے ہیں۔ آج بھی ہمارا طریقہ تعلیم مغربی ہے۔ آپ ہی دیکھیں کہ  
 انگریز چاہا لیں انگریزی اب بھی ہماری زندگی کا سارا ہے۔ انگریزی انگریزی سے خلق  
 ہے۔ انگریزی تعلیم سے خلق ہے۔ بدی اور اوروہ مفہوم ہے۔ غریب کوئی کو بدی  
 پہنچاتے ہیں۔ اگر وہ مسودہ دانش سے کھاتا رہے اور ہمیں حکومت کی باگ اور  
 سنبھالنے سے وہ مغربی تعلیم حاصل کرتے ہیں مغربی تعلیم سے حکومت کی بدی ہے۔ حاکم

بچے کے بعد دولت جمع کی جا سکتی ہے۔ ہمارا اور یہ تعلیم مغربی ہے۔ جب ہم اپنے ملک  
 میں رہتے ہوئے مغربی انداز نگاہ رکھتے ہیں اور اس پر عمل کر رہے ہیں تو ہر کس طرح  
 بچوں اور جوانوں کو مغربی تہذیب کے اثر سے دور رکھ سکتے ہیں۔ جب ہم نے اپنی  
 تہذیب کو خیرباد کہہ دیا تو ہر کس کس صوبہ سے اپنے بچوں سے کہیں کہ مغرب سے دور  
 رہا کہ اس لئے کہ مغرب اور اس کی باتیں ہمارے گھرؤں میں داخل ہو چکی ہیں جس کو  
 ہم مگر سے باہر نہیں نکال سکتے یا نکالنا نہیں چاہتے۔ اسے ملک پر دیکھا شاید دیکھی نہیں  
 کر سکتے۔ ہم نے طریقہ تمام اقوام سے آزمایا حاصل کی مگر ہم آج بھی مصافی طور پر  
 مغربی اقوام کے ہیں۔ مغربی اقوام تو فعال اور دولت مند ہیں کہ قوتی پذیر ملکوں کو غریب  
 سے غریب تو رکھتا چاہتی ہیں۔ اب اہمیت اس امر کی ہے کہ ہم خود اعتمادی پیدا کریں۔  
 اور خود اعتمادی قوتی پیدا کر سکتا ہے۔ اگر ہمارے انہوں نے عوام کی  
 بحالی کے لئے اپنے حکم کو استعمال نہ کیا تو ہمیں الموس ہو گا اس لئے کہ جو صوبہ اسلامی  
 اور منظر حالات حاضرہ سے منہ موڑ کر محض ذاتی اغراض کی خاطر مطالعین نہیں گئے۔  
 ان میں کوئی جان نہ ہو گی اور بہ جان شے بہ سنی ہوئی ہے۔

ساتھ فیس تحویل کر دیے ہوئے تھے۔ با خدا انتقام لے لیا اور کیا ان افغانوں کو برسوں میں۔ دھت کے گھر پہنچی تو در درشتہ دار وہاں موجود تھے۔ بار بار ایسا لگ رہا تھا غراب دیکھ رہی ہوں۔ کوئی دم میں جاگ جاتی کی اور ہمارے دوستی دوستوں آئے آجائیں گی۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ خدے "زادہ عمری بس کا فون آیا کہ اس کی بی بی لیا کے ہاں بچہ ہے کی دعوت ہے اگر میں جاتی ہوں تو آجائیں بغیر کسی آ رہے ہیں۔ بغیر کا نام سن کر ساری مصلحت غائب ہو گئی۔ وہاں نہیں گودک کر رہی ہوں تاکہ ہو سکیں۔ جب بھی آئے تھے تو میرے پاس کھڑے تھے۔ کیا کیا محضیں بھی تھیں۔ ہم دونوں بے اختیار بچہ کی طرف چلتے گئے۔ لوگ تباہاں بھانے لگے۔

"ہمدردی اور ہمدردی کتنی لگے گی رہے ہیں۔" سب کہنے لگے۔  
 بغیر سڑکتے ہوئے تھے وہ اور اپنے اعضاء خستے رہے مہ سستی کی مصلحت رہی  
 برہم ہو گئی۔ "خجہ میں پوچھتے جاتے۔"

"کرشن کیسے ہیں؟" سوار کیا کہ رہے ہیں؟ "یہودی نے کوئی ہی قسم جانی؟" کہنی کا کیا حال ہے؟ "سوار کیا کہیں کہیں نہیں آئے؟"

"گوداوند نے ہم سب کے کھڑے ہیں اور انہی کو کھڑے۔" میں نے کہا۔  
 "ہاں وہاں دور کھانا ہو گئی۔" بغیر نے جواب دیا۔

دو پہلے مصلحت ختم ہوئی۔

مگر اس پہلے چار باجی کڑی تھے آگے۔ ابھی وہ چلتے ہی تھے کہ چار باجی اور۔ اور ہمارے پیچھا دارانگ دم ہمارے۔ معلوم ہوا کہ صاحب ہمارے رت پہ پڑا پھرت دیکھ کر کھسک پھرت کر رہے تھے انہوں نے تو کوئی کوئی فون کر دیکھے اور انہوں میں مونسے مونسے حرفوں میں میرے کراچی پہنچنے کی خبر شائع ہو گئی۔ دعوت ملے برتنے لگے لوگ برابر آتے رہے۔ رہائش کے اپنے "برج" کھولیں مونسوں کی بوجھا کر گئے۔ برسوں کے مونسوں کے پائے چلتے رہے تھے۔

ایک سوال تھ کہ اسے اپنا کیا کیا کہ میں تھ آگئی۔ کرشن کیسے ہیں؟ کرشن کے رہائش کا کوئی صاحب نہیں۔ میں جیسی بھی گئی سب نے کرشن کو بار بار پوچھا۔ ہمارے قریب

## یہاں سے وہاں تک

کراچی انجمن رت پہ چھٹی ہی میں نے ہوائی بھاری بیڑی سے پہلے قدم رکھا مجھے نہ جانے کیوں بے وجہ فیس آگئی اور میں کھسکا کر فیس پی۔ جیسے پاکستان کی سرزمین نے مجھے اٹھ کر گئے گا لاہور۔ لڑائی کے دوران میں وہاں میرے بہن بھائی عظیم جنگ کی فوجی کڑی تھی۔ میں نے اسے چھ برس بعد دیکھا تھا۔ سستی بدل گئی تھی۔ مگر میں نے اسے پہچان لیا۔ ہم دونوں مل کر خوشی کے آنسو بہاتے گئے۔  
 کراچی ایک صاحب نے میرا پتہ رت اور درجہ لگا دیا۔ چارے اور سے دیکھا ہمارے پاس پہنچے وہ نے صاحب سے کچھ پچھے سے کہا اور کھ سے پوچھا۔  
 "آپ صحت چٹکلی ہیں؟"  
 "پا پھرت سے تو کئی ظاہر ہو آئے۔" میں نے جواب دیا۔

"خوش تھو۔" مسکرا کر اس نے میں نے شکر لیا کیا۔ مجھے باہر جانے کی ہمدی تھی کہ کچھ وہاں میرے عزیز میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اپنا ہوا ان صاحب کے ساتھ دیکھ دیا۔ اور کہا مجھے باہر جانے دیجئے انہوں نے فوراً اہوازت دے دی اور میں باہر جا کر افغانوں میں برسی کے بچہ گئے ہوئے عزیزوں سے ٹوٹ کر ملی "بھائی" بھائی "بھائی" بھائی "بھائی" لڑائے اور پیسہ وہاں سے جانے کے بعد یہاں سے تھے۔  
 یعنی اور کراچی کے درمیان ایک گھنٹہ پائیس صحت کا فاصلہ ہے۔ مگر افغانوں میں کے بعد میں نے انہیں دیکھا جن کے ساتھ ایک مل کی گود میں ہم لگا تھا۔ ایک

توڑا۔

میں سمجھی یہ مسئلہ تو اب بہت سزا گیا ہے کچھلے نہیں۔ اس سے بھی میں رہی ہوں کہ ترقی پسند لوگ کی سب سے اہم گئی لیکن آج وہ میں بڑا دل سبیل دور سے زندگی میں پہلی بار آپ کے ہاں آئی ہوں تو آپ مجھے ترقی پسند بھی کہیں نہیں دیکھتے ترقی پسندوں کی طرح بہت بار بار پچھتے ہیں مگر ترقی پسند لوگ زندہ نہ ہو تو آج آپ انکی جی زندگی میں وہ پچھتے ہی نہ ہوتے۔ کہ کرشن چندر کی صحبت کبھی ہے؟ آپ کو لوگ نہیں پڑھنے والے زندہ رکھتے ہیں۔ جب تک پڑھنے والے زندہ رہیں گے آپ نہیں مرے گا۔ دوسرا سوال جو ہر چنگ میں بار بار اٹھتا جا رہا ہے تو قیام کیا اردو کو ہندوستان میں باطل ختم کر دیا گیا؟ کیا اردو رسم الخط ختم ہو رہا ہے؟

میں سمجھی اردو رسم الخط ہندوستان میں ختم ہو رہا ہے لیکن اسے زندہ رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ اردو الفبہ کی شامیں نکلیں رہی ہیں جو اردو کی جان کے لئے بہت جان فطرتی سے بنی ہوئی ہے۔ اب اردو کے بارے میں لوگوں کو کتابیں بھیجے اسے کے لئے دہادی جا رہی ہے۔ اردو کی کامیابیوں کو بھیجے دیکھ جائے ہیں۔ دیکھیں اردو زبان پر دے ہندوستان میں تھوڑی بہت بچی جاتی ہے۔ انیس اردو میں بنی ہیں ہندی میں نہیں۔ غرض لوگ تو ان کی شخصیات بہت پسند کی جاتی ہیں۔ آزادی سے پہلے انکی نہ کی جاتی ہوں گی۔ جتنی آپ کی جاتی ہیں۔ مشاعرے سارے ملک میں بڑے کامیاب ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو اردو ہندوستان کی غیر سرکاری بلوری زبان بن کر جاری رہی ہے۔ عام بات یہ ہے کہ ہندی میں کوئی ہندی نہیں بولتا۔ آپ بھی ہندوستان میں پاکستان سے زیادہ آبادی اردو سمجھتی اور بولتی ہے۔

مگر جو ملت جی نہیں دوسری سے اور دوسری بات کو انہیوں کی سرشیاں جانتے ہیں سب انہیوں میں میں نے وہ سوال دہرایا تھا۔ اسی کو میرا بیان جا کر چھاپ دیا۔ میں نے تھوڑا سا چپ کی کہ آپ نے میرا چارہ چاہا کیوں نہیں پچھا تو مجھے بھانپ گئے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہندوستان میں اردو کی حالت خراب ہے۔ اس طرح پاکستان کے قیام کو حققت ملتی ہے۔

یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہر طرح سے سب سے پہلے کرشن چندر کے بارے میں تحصیل سے خبر دہانی کے فرائض اہم رہی ہر کوئی وہ سری بات کرتی۔ دوسری شخصیت جس کے بارے میں لوگ بہت بحث کر سکتے ہیں وہ جی ہیں۔ میں نے ان کے سے ملنے کے پچھتے کی خوش فہمی بچا دی اور سب کو بڑا انگارہ ہے۔

دوسرے بند ہو جانے سے بچتا ہوں جو گئی ہے۔ غم و غم سے خلق رکھنے والے اپنے پسند و دلچسپیوں اور مشاہدوں کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لئے ہے آپ ہیں۔ یہاں ان کی سرحدیں اور دور ہے جس نظر آتی ہیں۔ بلکہ دوسری نے اور شوق کی نگاہ کو بھرا دیا ہے۔ انہیں ہے جو جی بچتی جاسے اسی کی طرف نکلتا ہے۔ سارے پر دیکھنے سے بہت چاہتے ہیں۔

اپنے چہرے کے دوسرے حصے میں نے سوا چالیس عظیم کے رشتہ داروں کو فون کیا کہ نہ کہوں۔ ان کے بعد سے رشتہ ختم ہوا۔ کچھ بار بھی دل نہ ملا اور میں نے ملی فون ڈالنے میں کھنکھناتے اور مجھ پر معلوم کر کے کچھ عظیم اور عظیمہ اشرف کو فون کیا۔ یہ وہاں شادی کے چارے بھائی کے والد اور بچھے ہوئے ہیں۔ وہاں آئے اور مجھے اسی دم سمجھیں کہ کیا کہ انہیں نہ توڑنا چاہے تو دنیا کا کوئی رشتہ نہیں توڑا۔ شادی کے بھائی عظیمہ اشرف جانی آئے۔ کوئی نہیں بدلا ان کا نہیں ہوس میں ایک دن بھی نہیں بدلا۔

سب قریبی رشتہ داروں کی طرح خاطر میں کرتے ہیں۔ بہت دور خانہ عظیم نے وہاں ہاتھوں سے مجھے سمجھ لیا۔ میرا ہر وہ گرم فون کے ہاتھ میں تھا۔ کچھ کچھ بینک ہے وہ ہر کوئی کس کے ہاں ہے شام کو کہیں جاتے ہیں ہے اور رات کا کھانا کس کے ہاں ہو گا۔ ملی فون چلے آ رہے ہیں۔ پاکستان والوں کو کہتے اور جاتے ہیں جاتے جاتے کا بھائی ہے۔ اگر میں سب دوسری فون کرنے کی سکت رکھتی تو کم سے کم

(۱۶) چہ مینے جاتے تھے۔ ایک مینے کو پڑا ہے کہ جی۔ ایک مینے کا دور دورہ آیا۔ ہر بھی ہندوستان بہت سوں کو شکایت دہ گئی۔ کوئی بینک انکی نہ سمجھی جس میں کھانے جتنے کا فون نہ ہو۔ اور کوئی بدلت انکی نہ سمجھی جس میں بینک کا فون نہ بندہ جاتا ہو۔ جس سوالوں کی پوچھا ہوتے تھے۔ سب سے پہلا سوال تو یہ کہ "ترقی پسند لوگ نے ہندوستان میں دم

فریادیں وہیں مہموں کے ہوش بدوش کام کر رہی ہیں۔ ہندوستان کے لئے تو یہ کام ہات ہے لیکن پاکستان میں یہ جی قابلِ غرض ہات ہے۔ یہی چند فریادیں سے محکم ہوئی ہو اعتباراً میں کام کرتی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ پاکستان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی فریادیں دے رہے ہیں کہ ایک نکلے کرتے ہیں۔ وہیں ہزاروں کوئی ایسی فریادیں نہیں گونج رہی تھیں جس میں جانتے۔ بس میں لوگ بدعنوانی کرتے ہیں۔ ایسے ماحول میں بدلی سے کام لے کر ماحول کا حال متاثر ہے۔

بہت لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اگر عوام میں کام کریں گی تو ان کے ہاں بے دردن ہو جائیں گے۔ مگر یہ وہاں جائیں گے۔ شوہر کتنے ہیں جو خیر سے گئے ہوئے آتے ہیں تو گھر میں تو گندہ پڑی جا چکے ہیں۔ گھر کی ایسے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں جو اپنی بیوی کے کام کرنے پر فکر کرتے ہیں۔ مگر پاکستان میں ایسے لوگوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جو بدعنوانی کے نکل کر آتے ہیں اور اپنی بیویوں کو کام کرنے دیتے ہیں اور ان پر فکر کرتے ہیں۔ شوہر کی ایسی کمائی سے بھرگی عوام میں کام کرتی ہیں۔ ساتھ ساتھ دیگر کام بھی کئے جاتی ہیں۔ لوگوں کی وہیں بدلی حالت ہے مگر یہ کھلی ہے۔ یہ وہاں سب ایسی طرح کام پر تھی ورنہ ان کی جائیں جگہ کے ہاں توڑا کرتی ہوں گی۔

لیکن ان کے سوا اگر وہاں کی طرح ان کی گمراہی میں وہ نہیں کرتے۔ بالکل ہمارے ملک کے مہموں کی طرح وہ خیر سے آکر گھر میں آتے ہیں۔ خیر کا کام ہے کہ انہیں اور ہر طرح کی آزادی دے دی جائے۔

بیک راکٹس کی پینک بلی راکٹس دی۔ وہیں ممتاز زمینیں سے طاقت ہوئی۔ پانچ خاندان کا بھائی کا اسلحہ کھانچا بھرا ہوا تھا۔ بلکہ ایک لوگ راجہ کے اس پیارے فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سمنوں دے دیے۔ جب میرے بولنے کی بادی گئی تو بلی غائب ہو گئی۔ میں نے سوچا چاہتا ہوں کہ بولنے میں سخت تکلیف ہو گئی ہے۔ بلی ہاں کھینچے نائب دی لوگ پیچھے رہے اور میں آکر گرفت پر ہوا میرے پیچھے انکسے دھکا کر دی۔ خدا خدا کر کے بلی گئی۔ بلکہ ایسا ہی تھا کہ میرا سارا اکل

میں نے پچھرا لائی وہیں نے بھی تو سرور غرض میں "خود لگا تھا۔ بہت اور محنت کی تھی۔ کسی کے گواہیوں کے حوالہ ہیں۔ اس کا جواب بھی جلی جاتے ہیں۔ زیادہ تو لوگ ایسے ہیں جو سوچتے ہیں اور وہاں بھی پہلے پہلے پاکستان خوش ہو آئے کہ اس طرح ہمارا رشتہ استوار ہو آئے۔ اور وہاں بھی پہلے پہلے آئے ہم اسے اپنا سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں وہ بلکہ اور میں سمجھتا ہے وہ پاکستان کیسے نہ کہیں سے حاصل کر کے اور وہاں میں شامل کر لیتا ہے۔ لیکن بدلی لوپ کو کہہ اور وہ بہت دور نہیں شامل کرنے کا بھی کسی کو خیال نہیں آتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہاں شاید ہی کوئی ایسی بدلی جان ہو کہ اور میں عقل کر سکے۔ وہیے بدلی کے افکار نے شعرا میں بہت متاثر ہیں۔ ان کا استقبال ان دنوں ہوتا رہا ہے۔ جس پر بعض تک چرچے متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن جیل گھر میں جاتی ہو خاص پاکستانی ہیں اور ہائے کے ادب اور شعرا ہیں بدلی کے افکار بہت استقبال کرتے ہیں۔ اور میں بدلی کے استقبال سے بدلی کو ہمدردی یہ اگر دی ہے اور انہاں کو مدد ملتی ہے۔ ان بدلی افکار کو بدلی میں خطائی سے چٹا کیا ہے۔ اور وہ بدلی کی نظم محکم پر مبنی شاعری "بدلی میں ہے اور اس قدر لطیف اور نرم بدلی افکار استقبال کے لئے ہے کہ سوچا آتا ہے۔ ایک بھی نہیں اور یہ عمل تھا نہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جو ان کی اس حرکت کو پاکستان اور اور سے فخری کا لقب دیتے ہیں۔ جب غصہ ہوتا ہے بدلی میں بدلی کے افکار مانگے تو وہ کھانچا لوپ میں گئے ہیں ان کی نظر ہی کے ساتھ فخری کرنے کا اور ہم نہ لگایا۔

سرمید زبان کا بھی نہیں اور طاقت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ فریادیں کو تعلیم کا بہت شوق ہے۔ خاص طور پر سائنس پر بہت زور دے رہی ہیں۔ فریادیں سے انہاں فریادیں سائنس کی طرف جھکتی ہیں۔ مگر فریادیں کو ہم سائنس کھانے کھانے سے بدلی کے کورس سے دلچسپی ہوتی ہے لیکن پاکستان کی زیادہ تر فریادیں ڈاکٹر اور انجینئرز ہوتی ہیں۔ بدلی کے بعد کام کرنا چاہی میں ضروری سمجھتی ہیں۔ زیادہ تر فریادیں وہ ہیں جن کی باتیں راجہ اور اس میں اور تعلیم سے بے بہرہ نہیں۔ ان کی یہ بلی کھپ رہی ہے جو اعلیٰ تعلیم پر مبنی ہے۔

قرآن مجید کا وہ بھی خالی نہیں مگر ایک صاحبِ فہمیت پرچمِ صورت و محل میں اسے  
ہوئے آئے۔

"میں جو میل سے سانپیل پر کیا ہوں گی کھنڈ سے مگر عاشق کر رہا ہوں۔"

"پہلے کچھ کھنڈ اسٹوڈنٹ۔"

"میں کھنڈ ہو رہی ہے۔"

وہ نہیں نہیں کرتے رہے مگر مت بھاگ کر شہت روح افزا لے آئی۔ ایک  
دم فٹ تھاکر لی گئے۔

صورۃ

"پانی ہی کھکا دیجئے۔" وہ کچھ نام نہ کر رہے تھے۔ مگر مت بھاگ کر وہ سوا گناش  
کھائی۔ اور کم سے کم پیئے رہے مگر وہ کرفن چہرہ کیے ہیں۔

میں نے کرفن چہرہ کی باری بھر دیا۔ صحت ہوئے کامل ٹاپا۔ بخٹی ایک دم  
کڑے ہو گئے۔ بولے "چنا ہوں۔" جبکہ کربھے پڑیں مگر کراہت باخے سے لگا  
اور ایک ہاتھ میں ابر کل گئے۔ ہم لوگ بکا بکا ایک دم صورت کی صورت بگھے گئے۔  
ہم بھی تو پچھتے کی صلت نہ دی کہ کرفن کو کھائی قصدا کوئی دے نہ قصدا

خیریت سے کرفن پڑیں کہ کھانگ گیا۔ کون تھا خدا جانے!

کرفن کو کل کا جاب دیپ بہادیم اختر نے بڑے ظلم سے خوش کر دیا  
کہا۔ مشہور سائنس دان ڈاکٹر سلیم الزلی صدیقی "دیکھیں اسوہو ہی اور حقی صاحب  
سے ملاقات ہوئی۔ شہین الحق علی کو نہ جانے کئی صدیوں پہلے دہلی میں دیکھا تھا۔ جب  
ان کی بیوی سخی فہمیت بھولی بھولی کی طرح ڈاکر تھیں۔ کون بیان کیا ہے۔ حیرتوں  
سے بھٹی ہوں! کیا لگتا ہے کہیں دیکھا ہے شاید۔ کئی غم میں۔ میرے کچھ اچھے سارے  
اپنے ہیں جو پاکستان کے قیام کے بعد پیدا ہوئے۔ میرے نور ان کے دو سہان کبھی کبھی  
دہلیاں ہیں۔

انگرا اعلیٰ، عین بھولی، صابیت علی شہرہ اور انیم دہلی نے اپنا کام ٹاپا۔  
پاکستان کے نور ان شعراء کے کام میں بی بی جان ہے۔ وہ لوگ وقت سے وابستہ ہیں

عاشق ہو گیا۔ بزرگ نہیں تھے زیادہ تر نور ان تھے ان سے باتیں ہی تو کرنا تھیں مگر تو  
میں نہ تھا۔

نور ان کے تعلق سے باتیں کرنے سے کبھی گھٹی ہیں۔ سب سے پہلے تو میں  
نے بعد ستان کے دانشوروں "نورین" شامیوں "فنی" کا دل اور عوام کی طرف سے  
پاکستان والوں کو بہت بہت چارو مالوہ سلام پہنچایا۔ اس پر بڑے درد سے اور وہ تک  
نکلیاں بھی لود جب میں نے یہ کاکا درد اسے کل جا بھی لیا اور صدی میں لاونٹ  
گائی لود نورین لود لود لود ساتھ گائیں تو میں تو بعد ستان لود پاکستان مسلم  
اعلیٰ۔ ہم سب لود لود شاعر نہیں مگر وہ کون کون رہیں عاشق کریں کہ ہمارے  
دلوں ملک انگلی کی دھٹی بھائی۔ لود کا چولہا ہے۔ دلوں کو کچھ بچہ بھاریا  
ہو لود بھاریا علم، صحت اور خوش حالی کے ہوں۔ میں نے سوار بھری کی فلم "صبح  
نور" کا چولہا بھی لود اور صبح خوشی سے مجسم اعلیٰ۔ عوام کی ملک کے ہوں گھٹی  
ماز آ جاتے ہیں۔ ہم غلوہ دہلی طور پر کھلی اور وہیں دلوں تک تو ایک دم سے کے  
لے بہا لگتا ہے۔

۱۹۷۶

۱۹۷۶ء کو پریس کلب نے نہ ہو گیا۔ کلب کے صدر نور ان احمد علی نے  
ایک مضمون چھاپا جس میں کھپائی صورت بنانے سخی دی۔ ہمیں سوچ کر دل کو کھپایا  
کہ یہ میرے لئے نہیں اس فلم کے بارے میں کہ رہے ہیں وہ اتفاق سے میرے ہاتھ  
تک گیا۔ اسے لی لی کے حکم لود میں نے ایک پلاٹا ہوا مضمون چھاپا جس کا ہر جملہ  
پنگاری کی طرح پنگا ہوتا تھا۔ ہر شخص کو پینٹ میں سے لیتی ہوں ہر جہت کوئی میرے  
لوہ بھری بھرا ہے تو کچھ بڑا سکون ملا ہے جیسے میرے کھانوں کی حالت ہی ہو۔  
اس جہت میں بہت سے کراچی کے صحافیوں اور اعلیٰ فلم سے ملاقات ہوئی۔

وہ میرے وہی گھر تھے پاکستان کی ٹرانسکیشن سوس نے کوئی سوا کھنڈ کاٹوہ  
لہا۔ بلکہ ستان پر نور ان کی شہرہ اند کے صدر پر دھیرہ جیسی "میں نے ہر سوا کھنڈ کا  
اس کھنڈ میں نور لایا۔ سوا کھنڈ کا کرا گیا۔

شام کو پاکستان کرفن کو کل نے "شہار خاتون" کے قصوں سے ایک استقبال

قائم ہو رہی ہیں۔ ہمارے انہیں کواع اوراد و حق ہیں۔ کتاب پھرانے کے لئے ان کو  
دینی ہیں۔ اور لاہجریوں کو سارا دے دی ہیں۔ حال ہی میں بہت سے اوروں کے  
رہائے چل گئے ہیں۔ کی صورتوں سے سرکار بھی اوروں کے پرہیز نکال دی ہے۔  
ہندوستان میں اوروں کے لئے ہے اور آثار کتب میں زندہ ہے گی۔

میں نے ہندوستان میں اوروں کے دم توڑا تو پاکستان میں زبان میں رابطہ قائم  
دیکھ کر کہہ گا۔ "ہندوستان نے کیا اگر پاکستان کو اوروں کی تہی ہندوستان میں حضور ہوا تو اسے  
کون دیتا ہے۔ آپے اور اوروں میں جہاں میرا دیکھنے ہمارے دیکھوں کو اپنا کچھ کر ان  
میں لکھتے۔ اوروں کے لوہوں کو اع اوراد دیکھتے۔ اچھا اوراد سے اوروں کے لوہوں کی کتابیں  
پچھ کر راقی دیکھتے۔ اوروں کے دیکھوں کے لئے پاکستان کے دروازے کھول دیکھتے۔  
ہمیں اپنے گوندوں پر دیکھنے والے دیکھتے۔ ہر دروازہ بند ہانے گا۔ کیا اندر میرے۔  
دونوں ملکوں کے لوہے تھیں اچھا ہے ہیں۔ اور اوراد کے بیشتر ملتے ہیں ادا کر  
چھاپ رہے ہیں اور راقی مسلم کرو رہے ہیں۔ کیا اس کا کوئی طریقہ نہیں کیا تو دونوں ملک  
مل کر کوئی ایسی راہ نہیں نکال سکتے کہ لوہے دیکھتے والے ہمارے نہ ہائیں۔ اس کی محنت  
پر محتاج طور پر رہے ہیں۔ اس ہے ہمارے کی راہ سے نہ فرما۔ "ہم نے لوہوں اور  
دونوں ملکوں کے فنکاروں اور دانشوروں کے چارے پر بھی غور کیا۔ اور اس فیصلے پر  
پہنچے کہ دونوں ملک اس سے طے کرنا شروع سے قائم اچھا سیکھتے ہیں۔ بے شک ہمارے  
ملکوں کے درمیان ہمارا اوراد ہی ہے۔ ہم عربی ممالک کی اورت چانگ نقل تو  
کر لیتے ہیں لیکن ہماری بات نہیں کرتے امریکہ اور ہندوستان کی رنگ کس قدر ہوا خاک  
جی۔ اب سب کچھ فراموش کر کے ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ پیچھا رہے۔

جی میں چاہتا تھا کہ ہمیں علم ہوں جس وقت اتنی جی سے مگر اگر پتہ ہی نہ  
چلا۔ اسی دن شام کو انہیں تہی پتہ مسیحین نے باب لاہجری میں ایک جلسہ منعقد  
منفق کیا اور تقریریں اور سوال و جواب کے بعد لوگ اس جلسہ پر پہنچے کہ تہی پتہ کا  
تھیکہ صوبہ ہریانہ سے لیا ہے اور جب تک انسان زندہ ہے جتنی رہے گی۔ انسان کے سفر  
مردان کی کوئی نہ ضرورت نہیں۔ دیکھا جائے گا اور آزادانہ چلنے گا۔ آج ہو رہی ہے پھر

زندگی سے قریب اور اپنے مسائل سے بچنے۔ کچھ اکتیو کا ہمارے ہر ایک کی دولت  
سوس نے ایک مہانت دیکھا کیا اس میں ہمارے مسودہ "موجودہ شام" اور اکتیو مکتبی اور ضرارت  
غلام "مستند" کے کالم نویس بھی شامل تھے۔ یہ پہلے انگریز سے زیادہ عربی تھا اور ہم  
نے ہی ہر کے زندگی کے ہر پہلو پر بات چیت کی۔ ہندوستانی لوہوں کی ضرورت سے  
نے کہ تہی پتہ اور ہندو لوہے تک سب کو کھلایا۔ لوہے میں صوبہ ہائیں ہے  
تو کہیں ہے۔ نے لوہے کی مشکلات۔ وہ اصول جس سے ناواقف آتا ہوا ہے۔ اور آتا  
کر اپنے اندر ہی اندر گھس کر زندگی کے ہر سوال کا جواب مانگ رہا ہے۔

"یہ" نے لوہے کو اپنے اپنے لوہے پہنچنے کا موقع نہیں دیتے۔  
"یہ" خط ہے کچھ ہر سوال میں اگر ایک کھاتی ہے اپنے اپنے لوہے کی ہوتی ہے تو چار  
لے لوہوں کی ہوتی ہیں۔  
"مگر تو شاید وہ لے لوہوں کی رہنمائی نہیں کرتے۔"

"کیسے رہنمائی کریں؟"  
"آپ کے یہ بلی فرم میں میرا نہیں اور دست کر جائیں کہ ان کے لوہوں کی  
مدد کریں جو ہادی جائیں۔" میں نے دہلی زبان میں دے دی۔

بات نہیں میں کی گئی اور ہم اس جلسہ پر پہنچے کہ نے لوہے ہندی شان سے بیٹا اور  
رہے ہیں لیکن وہ نہیں ہر کشاکش آج کوئی کوئی کھتے اور کھ لوہے میں جانتے جتے جتے  
چال بہت جانتے ہیں۔ ہندوستان میں جہاں کا جاتا ہے کہ اوروں کو اس کا حق نہیں دے سکتے  
لوہے ابھرے ہیں۔ "قاضی عبدالعزیز" "فیث احمد گدی" "رام گھن" "بیگم" "ہذا" "انہل  
میں" "امید" "محم" "اسلام" لوہے تھیں اوروں میں بھی ابھر رہے ہیں۔ "مراجہ" "میرا" نے اپنا  
ایک مقام بنا لیا ہے۔ ہر گھر وہاں ہم گئے ہیں اور بہت سے نے لکھنے والوں میں جن کے  
ہم انہی زبان کو عام نہیں ہوئے ہیں اگر بہت نہ ہر گئے تو ایک ہالہ کی یاد دلائے  
لوہوں کی کمزوری ہانے گئے ہندوستان میں اوروں کی ہا کا سوال اوروں میں نے ہا کر  
اوراد کے ساتھ ہندوستان میں زیادتی تو ہوتی ہے اسے وہ مقام نہیں دے جس کی وہ حق دار  
تھی لیکن اب اسے زندہ رکھنے کے لئے جن کچھ ہمارے ہیں۔ اور اکتیو کی شائیں

ایسا ہی کی شہقت۔ ان کی تلاش کا نتیجہ تھا کہ علی کوڑہ قریب دو سو سالوں کا اور درود کی توکیں لکھا انھی سو کر ایک دو سو سے اتنی قریب آئیں۔ اور ہر جید جنس جنس زندگی کے ہنگاموں سے بھر ہے۔ وہی اس ایوی انٹن کی کرنا دھرا ہیں۔ یہ جنگ ختم ہونے سے پہلے طواغیت اور حسد بھی آئیں۔ اور ہر سے گئے تھے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ "توکیوں" جنس میں نے میں جس برس ہو دیکھا تھا۔ جو ان کی جان بچ گئی تھی کہ میں انھیں پہلے ہی کی طرف بوجھ رہی تھی۔

یہ توکیوں انھی اکی تھیں عیاں کھنک میں پیدا ہوئی تھیں جنوں نے علی کوڑہ کالج کے تھے اپنی ماں سے سن دے تھے۔ علی کوڑہ سے کوئی دشت محسوس کرتی تھیں۔ اپنی ماں کی ضرورتوں اور سزاؤں کے ذکر میں کڑی سے لوت پٹ ہو رہی تھیں۔ یہ دوسرا دور گزرا تھا جو ہر دم جینیں کرتی رہتی تھیں۔ کبھی انھیں بھی تارکائی تھیں اور رات کو اٹھ کر کابل سے سوتی ہوئی توکیوں کے سوا نہیں لگا کر کرتی تھیں۔ یہاں ہم نے نہ علم و ادب کی باتیں کیں نہ خلائی ادب کی تھیں۔ سطرار سے نہایت پانچوڑنی اور پانچوڑ قسم کی کچیں ہمارے۔ یہاں کی طرح ایک دو سو سے کہہ میں مطلق طور کسی اور قبیلے کا گشت نہیں گھری تو فی ہمدی ہو گئے اور انھیں ایک تھیں۔ یہاں بچپن بار بار لوت کر کب آتا ہے۔

رات کو اٹھ تھیں کے ہیں داخلہ۔ اکی دن پہلے دعوت ملا کہ کہتے تھے اور احتیاط دواؤں میں لہرا لیتی فون کر دیتے تھے۔ وہ پہلے ہی پہناتے تھے۔ اب تو اور گورو کل ہو گئے ہیں۔ حل کے مریض ہیں اور مستحق ہیں کچے ہیں۔ ان کے ہیں کچے ہیں اور نہ ہوا جانتے اس لئے وہ کمرے دار پہلی فون کو کرناڑا رہے تھے۔ انوں نے ایک کتاب خاص ڈالنے دار لکھ دی۔ پہل چوک میں بھی ان سے خوف اسید دیا۔ یہ جاتی ہیں۔ جنس ان سے وابستہ کرتے ہوئے خلف محسوس ہوتا ہے۔ انوں نے یہ کہہ اس کتاب میں سے پڑھ کر بھی خلیا جو انوں نے میرے ہی بارے میں لکھا تھا۔ کہ ان کے دور میں یہ تھا جیسا کہ کراچی کا شہر ہے۔ یہاں پہلی کوئی دس کیا کابل کوئی لاکھ کاغذ پہلی پہلی میں کی تھی اور یہ ان کی ذاتی دیکھ کر بھی بخلا دیتا۔ وہ میں

کے لئے مشیر رکھتے تھے کل سب کو دیکھ کر میں آج کہنے چاہا "اے گا۔ حرکت میں داخل آئیں یہ وہ دوسرا ہم میں ہو چکا۔"

سچا میں نہ نہیں اسو ہوئی اور سب سے نورا ان میں سے علی کرمت خوشی ہوئی۔ رات کو شہر لطیف کے میں دار پہلی چارے میں کے ہیں داخلہ۔ پہلے پہلی ہمارے کھنک بھی شہر میں اور ہمدی کی کاپ۔ ان کے گروں کی صورت کوئی دس کیا ہے۔ ہمدی میں نہیں ہو سکتی دھرت ہو جاتی ہے۔ لوگ دھرت میں اور ہر کی دھرت ہو رہے تھے کی بچ گئی تھیں میں کھاتے؟

میں شہر کے دشت دار دیکھ ضرورت سے زمانہ ہی خاطر کرتے ہیں۔ شہر اشرف کوئی سو بھی۔ انوں نے کراچی کے ساحل سینڈس بند، دعوت کراچی۔ سندھ کے کنارے جو ہو کی طرح چلے جتے ہوئے ہیں۔ لیکن وہاں عام میں جاتے۔ ایک دو سو سے سب دور نہ ساری کا کوئی انتظام۔ دوسرے وہ چلے دیکھوں کے لئے ہیں۔ ہمیں وہاں جاتے کی فرصت نہیں۔ کراچی میں کوئی ایسا سندھ کا کانا نہیں ہیں پہلی اور جو اور شہر اپنی یادگاری کی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ کھنک پر سندھ سے دور ہے سوزے جاتے کارا میں۔

پانچویں بند بہت ضرورت ہے۔ یہ سب سندھ میں کھتے رہے کچے جوار۔ یہاں ہی کھتے رہے ایک سبب وہاں میں جاتے آئے۔ وہ بھی لوت والے ہیں کو لوت پر کھاتے آئے۔ ہم نے بھی پانی سے ہی بھر گئے۔ کھاتے ہیں بھی مر گئے تھے۔ شہر میں اور پہلی۔

اسی شام میں کو نسل کا جہر تھا دیکھتا تھا نے خوش کہہ کہ اس کے بعد نہ نہیں اسو ہوئی تھیں پہلی اور ان کے انصاری نے کام بنایا۔ میں کراچی گزری۔ یہ بھی انتہہ کو علی کوڑہ لڑنے کو دیا وہی انھوں نے میرا دیا۔ یہ بنی دیکھ پیننگ رہی۔ بنی دیکھ تو ہم ایک دو سو سے کہہ پانچ پانچ کر گئے تھے۔ یہاں آج کا ہم لڑنے کا خود شہر دیکھنے کے دلوں میں لطیفہ ملی میں کھاتی تھیں۔ محمد لطیف خوب خوب پہلی کھتوں کے ذکر ہوئے۔ وہ شہر میں دس سزا میں کھاتی کا یاد



تاری سے کہہ رہی ہیں۔ شاعری کے میدان میں بھی آگے بڑھ رہی ہیں۔ بیٹی خود انہیں ناول شائع ہو رہے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ خود غورقوں کے نام سے ناول لکھ کر پھرتے ہیں تو زیادہ حقیقت ہوتے ہیں۔ یہ وہ بینک ناول ہوتے ہیں۔ اور بیٹے میں دس بارہ ایکٹ میں آجاتے ہیں۔ ایک خاص طبقہ انہیں بڑے شوق سے چڑھتا ہے۔ ان کے علاوہ جاسوسی ناولوں کی بھی بیٹی لکھتے ہیں۔ بعض لوگ حقیقت میں سے ایسے ناول بیٹے میں پانچویں لکھ لیتے ہیں۔ اور ان کا کام چل جاتا ہے۔ یہ ناول ایسے ہیں کہ آپ کا محفل نہیں چھوڑتے۔ یاد رکھی نہیں رہتے انہیں تفریح کے لئے چاہ کر بھلا دیا جاتا ہے اور پھر پڑھ لیا جاتا ہے۔ جب سے بیٹی وی آتا ہے لوگوں کا وقت اچھا کر دیا جاتا ہے پاکستان میں بیٹی وی کا پروگرام کافی دلچسپ ہوتا ہے۔ بدلتے ہیں تبھی چار ارے آتے ہیں۔ کوئی ناول قسط وار بھی کیا جاتا ہے۔ وہ بہت حقیقت ہوتا ہے۔ میں جب وہاں گئی تو

اے کر خانوں کا ناول "شیخ" چل رہا تھا تو گھر کا کام چھوڑ کر اسے چلے انہماک سے دیکھتے تھے۔ ایک صاحب کے بچے کی شادی تھی۔ اتفاق سے منہ می کی رام کے لئے وہی وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ "شیخ" کے لئے وقف تھا۔ ان صاحب نے کہہ دیا میں اس وقت شریک نہیں ہو سکتی کی اس وقت "شیخ" دیکھتی ہوں۔ نواح کی گزری گئی جاتے تھے۔ "شیخ" کے وقت میں غل نہ چڑے۔ اچھے اور بڑے بڑے لوگ بیٹی وی کے لئے گئے ہیں اور بہت مشکل موضوع ہاتھ ہیں۔ حقیقت کچیاں ان پروگراموں کا فریضہ برداشت کرتی ہیں۔ یہ ٹھیک پروگراموں کو گراں نہیں سمجھتا۔ کاشیاد چلتا ہے۔

نبیل الدین علی شاہ اپنی جگہ کے وقت کو بٹے کے لئے آئے۔ بہت دور تک جیسی چلتی رہی۔ وہی شاعر بھی خوب ہیں گرائی کی باتوں میں وقت ایسے گزار جاتا ہے کہ پڑھ ہی نہیں پڑتا۔

سات اکٹوبر پر پیش جو نظم دیکھتے تھے۔ وہاں یہ وہ فیصلہ دہان امریکی کو نسبت کی دیکھ سوزور کاشیاد کے رہے تھے۔ خواہیں نے بھی پکار لیا اور یہ نظم نہیں دیکھی۔ سوزور نے تھاکا امریکہ میں کیے خواہیں پھر کاشیاد سے وقت نکال کر سوشل ورک کرتی ہیں اپنی بھانوس میں شریک ہوتی ہیں۔ انہماک میں دلچسپی لیتی ہیں۔

کے ہیں رحمت اور موتی جگم جگم سے ہاوس ڈاؤن ہوتی اور بھولتی بھی ٹپ۔ ان دو غزل ہے گیت گرائی کرتے کا لہجہ میں بھی ٹپ۔ رحمت نے تو تین چار دن جا کر ان کے ساتھ رہیں۔ سچے اکٹوبر کو انہماک رحمت ایک غزلیں صاحب پر ایک ایک غزلیں دیکھی۔ اس کا اسکرین چلے اور انہماک میں ٹپٹی ابراہیم نے کیا ہے۔ یہ وہ خود مصورت دیکھیں ہم ہے۔ بڑے ڈاکو میں انہی ہم بھانوس کی بات ہے۔ یہ خود مصورت ہو سکتی ہے۔ ہم سے ایسا ہوتا ہے کہ شعلی ابراہیم کو موضوع سے گری ہو گئی رہی ہو گی۔

شاعر کو سلطان مراد ایک اچھی ہوتی کہی۔ کتاب "سپیلی" کی رام اور انہیں شریک کرتے ہیں۔ چار روزہ دست جمع تھا۔ میں بھی وہی سولات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پاکستان کے نوہ انوں کے بارے میں کتنے سولات اور ہم چارے ہیں۔ اس دوری نے ہم لوگوں کو ایک دوسرے سے نکالا تھا۔ اٹا ہوتا ہے۔ ان کی انکی دلچسپی دیکھ کر بہ چلا کہ نوہ ان طبقہ لوگ کے سوشل کی طرح ہے۔ وہ خود کو کچھ کھاتا ہوا سامان ہوتی کرتے ہیں۔ سیاری لوگ اور جو سالی میں میں ڈاک بچے بچے گئے۔ دوسرے وار لوگ کی ڈاک گیت ہے۔ کوئی لوگ سولہ کھانا اور ناول لکھ کر گزرتا تو بات میں کر سکتا اس کو زخمی رہتے کہنے کوئی اور کام کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان میں بھی لوگ کی حالت بہت بدستور ہے زیادہ حقیقت میں۔ ملا کر وہاں بہت زیادہ سامان لیتے تھے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ کچھ ہوتے ہیں۔ وہاں بھی کا دوسری ادب کام آتا ہے۔

اور لوگ کہتے ہیں صاحب اور شاعر کو ادب کی ضرورت کرنا چاہئے۔ دولت کمالی کی طرف میں گنا چاہئے۔ ملا کر لوگ کو بھی چاہتا ہوا ہے۔ مکان کا کراہی رہا ہوا ہے۔ گھر چاہتا ہوا ہے۔ وہ چاہتے ہیں چاہتے ہیں کہ وہی نہیں دیکھتے جبکہ بھولے بھولے پائش میں کر رہے ہیں۔ کوئی ایسا ادب نظر نہیں آتا کہ اپنے ہم سے گھر سوز اور ٹیلی فون کا رچہ برداشت کر کے تعلیم ہم کرنے کے بعد والدین چاہتے ہیں چاہتی ہیں۔ بہت ہیں وہی کرنا ہے۔ وہ انہیں دیکھنے کے لئے ہے اسے لوگ لے کر گئے۔

شادی چاہیں اور ہم انہیں شعلی کی طرح انہی کی گاڑی میں بہت چاہیں۔

مہار۔ لوگوں پر لوگوں سے کہہ دے اور وہاں ہوتی ہیں۔ پاکستان میں انہیں بیٹی

تصویری کھینچی تھیں۔ مجمل الدین علی بنو ان الجلی اور شان الحق نے اپنا کام سنایا۔ علی کے دو بے خوب ہیں۔ بھٹی کے خاکہ اور خوبصورت الخطا کو بڑے حسن سے اردو میں سمجھا گیا ہے۔ علی کے ہاں غلبہ کا قلم ہے ان کی اپنی طرز بھی خوب ہے۔

علی صاحب کے ہاں کرافٹ اور لطافت کا میل ہے جدید شاعری پر آجائیت ہوئی رہی۔ میں دیکھتی شاعری کو زیادہ تر سن کر لطف اندوز ہوتی ہوں۔ جدید ترین شاعری اپنے چلے نہیں پاتی کھرا کشتی کے طاقی شعراء اسے ہم نہیں لگے۔ سحر نازی کے کام میں نایابی ہوتے ہوئے انہیت تھیں۔ سحر نازی بڑے دبیر اور ہائے شاعر ہیں۔ ہندوستان میں بڑی پابندی سے چلتے ہیں میں تو سمجھتی تھی وہ ہندوستان کے شاعر ہیں۔ راکھو گڈ کی طرف سے مصراۃ قلم کہ شاعر نے اپنا کام بھی سنایا۔ انہی مضمون میں میں بول بول کر تھک جاتی ہوں۔ ہر ایک گروہ کو ہی پرانے سال کر رہا تھا۔ ایک تو ان میں شاعر نے اپنا کام اور اس کا ترسہ شاعر کے شاعر کی زبان کے بھی ہوں پانچویں میں بہت خوش و خوش کی شاعری کرتے ہیں۔

رات کو آگے سوار کے ہاں ڈاکہ قلم فیض اور زہود نگار سے بھی طاقت ہوئی۔ زہود نے فیض کی طریقیں قلم سے سنائیں۔ ان کے وہ اشعار جن میں انہوں نے جذبات کو رگوں سے تجسید دی ہے اور ہر ذریعہ کا ظلم اور جملی توازن ایک جادو سا غاری بنا گیا۔ آگے چلی جادو اور تیسرے لڑکی سے نکلوں ڈاکو ہیں۔ مگر شاعری سے بڑا لگاؤ ہے۔ کئی تو جوں پا کھنسن کا قادی لاس میں ہم رنگ شلوار قبض پتے تھے خاص طور پر زہود کے بھائی بڑے جادو رہے۔ یہ عوامی لباس ہر لڑکے کے لوگ جاسے شوق سے پہنتے تھے۔ نوکر بادشاہی بھی اس لباس میں بڑے صاف ترسے تھے ہیں۔ کمرے رنگ پہنتے تھے۔ سوک پر پہنے واسے پہنے میں تھتے۔ بی بی سے گئے ہوئے لوگ بھی جو کبھی شلوار پر ناک بھوں چھایا کرتے تھے اس لباس کو اپنا لگتے ہیں۔ بی بی اور دوسرے صوبوں سے گئے ہوئے اسٹیشن سال ہائیکس میں پہنے ہوئے کچھ بھی ممبر لگاتے ہیں۔ آگے لوگ انہیں تیز اور کڑھنی ڈی بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ کراچی میں چلی قند انہیں ہی گئے ہیں۔ زیادہ تر کہیں ہی میں گئے پہنتے ہیں۔ باغیچہ لودھنہ جی ان کی نگہ بندی پر ناک بھوں چھایا کرتے ہیں۔ مگر اب لباس کو اختیار کر کے اس فرق کو مٹانے کی کوشش کر

ہوئے اور داری کے حد سے سنبھالے بیٹھی ہیں۔ سیاست میں بھی کچھ نہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان مورتوں کے بارے میں ہمارے ملک میں یہ سب دیکھیں نہیں پایا جاگے ہمارے یہاں تو آپ کے ٹاکیہ اور گندی کتا ہیں۔ سستے ٹیکڑے اور مار دھاڑ سے بھر پور نہیں جاتی ہیں۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امریکہ میں عورتیں راکھ کر رہی ہیں یا اٹل تیار۔ آپ لوگ اپنے کو ڈسے چ پابندی نہیں لگاتے۔ اس سے آپ کے ملک کی سچا تصویر دوسروں تک پہنچتی ہیں۔ جو ٹیکڑے عام طور پر پہنتے ہیں ان میں ہمارے مہوں کو بھانے کی ترکیبوں کے طور پر دیکھیں ہو کہ اور آگے قدم بڑھاتے تو علی تصویر میں ہوتی ہیں۔ کوئی کلب مگر سچا صورت میں چلی کر کے صرف جیسی ہے راکھ دوی کا ہنڈا اور لکھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے عوام تو اس اتالی چھ پاتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ امریکہ دوسرے ملک کے ہاتھ جھینار چٹا ہے جن سے چٹائیوں ختم ہوتی ہیں۔ دوسرے کوئی ایسی فلم نہیں دیکھی جس میں امریکہ کی گریٹ عورت کی زندگی پر دو کئی ڈالی گئی ہو۔ ڈاکہ اور نسل کے سوال کو سلطے سے سلطایا ہو۔

ہو۔ "کہنے لگیں۔ آپ ہادی اس کی لاچوری میں اس کی آکر مولاہ تھکتے۔"

مگر آپ کی انجینس میں عام انسان کی کچلی کھلی ہے۔ آپ یہ سوار بڑھے تھے علیہ۔ جتنے تھک تو تھوڑا بہت۔ کیا کہتے ہیں مگر عوام کو آپ ایک سرے سے نظر انداز کر جاتے ہیں۔"

"ہم کہہ توے خوب پر دوک تمام میں لگا تھکے کہ وہ ایک دیوار ہے اور دیوار میں ہم داخل نہیں ہو سکتے۔ اس پر ہم امریکہ میں بھی پابندی نہیں لگا تھکے کہ ہمارے ملک میں ہر شخص کو اپنے خیالات کے اشعار کی عمل آزادی ہے۔"

"استراکیت کے بارے میں بھی خیال کے اشعار کی اتنی ہی آزادی ہے؟"

تو چٹنے لگیں۔

رات کو کھانا شام لطیف کے ہاں دلو بھائی اختر کے ہاں کھایا۔ حنا زہر عورتیں کھانے سے طبیعت پر گرائی ہوئے تھے۔

آٹھ اکتوبر کو دیر "سب رنگ" ٹیلی ویژن چینل زہود کے ہاں ڈاکہ۔ یہ حد

جیل کے کمرے ایک جگہ نظر آیا مگر وہاں کوئی اصرار نہیں تھا رہے تھے۔ بحر میں  
چلے رہے۔ 100 روگبیس سامنے دار چڑ کاٹھن تھیں۔ چڑی مشکل سے ایک ٹوٹی  
ہامیڈی کاٹی گئی۔ جیل قی ٹوٹے ہوئے تھے اور قرش پر دو گدے چڑے تھے۔  
بحر تک لگ رہی تھی لڑا وہی دار چڑ ڈال رہا۔ رشادہ سام مرزا الخیر "دو شہزادہ" نے  
گرے کلت کر کاہر کیا۔ کھوت کے کباب اور شیریں پر ہم لوگ فوت چڑے۔  
ان کباب کے آگے مرلی بھی چٹکی لگی اور گرے نے آواز کر دیا۔ بہت فٹھے اور  
دستور تھے۔

دہلی میں دست میں ایک خندہ می کان کے کام کی دکان نظر آئی۔ دکان کیا  
تھی ایک ٹھکانہ تھا ہوا تھا قریب خندہ می مار تھی دہلیاں مٹی لوانے کی چادریں  
چڑے غرضت رنگ کے ٹھکانوں کو دیکھتی ہیں جن کی شر میں چڑی ہانک ہے۔ میں  
بس چڑ کو ہاتھ لگاتی سام مرزا اسے خریدنے کی دھمکی دیتے نہ کہ کر کے بھی اسیوں  
نے چنگ پش اور کشن کو خریدی والے۔

پاکستان دہلی کو خندہ دینے کا بنوں ہے۔ پائل اجنبی تھے لے چلے کر رہے  
ہیں۔ اور کچھ نہیں دیکھنے کے کام کے بنے ہوئے ٹوکے ہی سہی کتابیں تو انکی ملیں  
کہ میں وہاں کے ٹوکے سے لا بھی نہ سکی چھوڑ گئی۔ دست نے وعدہ کیا ہے وہ  
آہستہ آہستہ مجھے بھیجتی رہے گی۔

شام کو چاند مسود کی بجلی کی شدی کا بھگت تھا۔ ٹوٹی والے دوسرا کو مندی  
کاتے تھے تھے ہے چاند دوسرا ٹوکوں کا کھتہ ملتی چاہا تھا۔ ایک طرف بہت سی  
خوبصورت خوش لباس لڑکیاں تھیں ڈھولک کے گیت گا رہی تھیں۔ سب ہی  
کھواری جاتی لڑکیاں تک تک سے اور ست بی سنواری تھیں۔ خدیجہ مستور بھی  
دھور سے آئی ہوئی تھیں مع طہیرہ کے امہ عیم کاکی بھی باہر موالے میں تھے۔  
خدیجہ کو میں نے بہت سن پائیں میں دیکھا تھا۔ بھگتی میں تو وہ ڈارک سی بچی تھیں۔  
ڈارک تو وہ اب بھی ہیں۔ لیکن ہٹا ہوا ان ہاں میں کہ کچھ سمجھ ہو گئی ہیں۔ ہاتھ  
بھاری بھر کم اور دیکھی ہیں ہاتھی ہیں جیسا کہ سمجھتی ہیں۔ ان دونوں بھگتیوں نے پاکستانی  
لوہ کو بہت سنوارا ہے۔ اور بہت بریل میز ہیں۔ ہاتھ کے شور اور مل کچھ

رہے ہیں کچھ نہ کہ یہ خندہ میں کالہاں ہے۔ لوہ ابھی خندہ می لاری اور دہلی کے اسی  
اور ترکیبیں لودہ میں استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ایک ٹھکانہ قائم ہے۔ اور پاکستان کے  
لوہ پر ایسا اثر چڑ رہا ہے۔ لودہ نہاں پر بخودستان میں بھٹا اور چوٹی کا وہ کافی اثر رہا  
ہے۔ مگر کھڑائی خندہ می مرا جی اور ہائی کی ٹک میں ہوا جانے والی نہاں سے کوئی قائل  
ذکر احتیاط نہیں کیا گیا۔ خندہ آبادی لودہ نے خندہ آبادی نہاں کا لودہ میں جگہ دے  
کر قائل ذکر کام کیا ہے۔ لودہ کو اور بھٹا چاہتے۔ دیکھ پاکستانی لودہ بخودستان لودہ میں  
لاری چڑا ہوا چاہا رہا ہے۔ بخودستان کی لودہ چلے بند کی کے ٹھکانے لودہ افرا رہی ہے۔  
پاکستان میں زیادہ سے زیادہ صوبہ لودہ مفرس ہوئی جا رہی ہے۔ بند کی کے بارے  
میں مجھے وہابی سے نہیں معلوم مگر صوبہ دست رانج بیوی کا کام ہے کہ سنے لیجئے  
والے بند کی کو لودہ سے قریب مارے ہیں۔ میں نے بھی ہاتھ پاکستان کی مٹھلوں میں  
دھرا دی۔

دیکھتے تو سام مرزا لودہ کے ملک کے ساتھ رہ کھڑی خندہ اور دہلی  
لاری۔ چوکنی میں ہالے قریب قریب یا معلوم نہانے کی قبریں ہیں۔ ان پر اس  
قد خوبصورت اور ڈارک کام کیا ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے جادو نے چھڑ بھٹا کر  
سایاں میں داخل ہے۔ مل دسم لودہ میں کچھ کھاتے تھے کچھ کھاتے تھے آنا اور نہ  
کچھ تحقیقات کی گئی ہے۔ کوئی اساطیر نہ وہ وہاں بول اور خوبز کے درست ملک  
رہے ہیں نہ کوئی کھانڈ نہ چکیدار بھوٹی بڑی بہت سی قبریں ہیں۔ مودوں کی قبریں  
تھوڑ اور اسیال بنی ہے مودوں کی نشانہ می زب مودوں کی خاتمی سے کی گئی ہے۔ وہ  
زادہ ایسے ہیں جو بخودستان لودہ پاکستان میں آج بھی پنے جاتے ہیں۔ شفا بھگتے  
چند بار کھینچ لکھیں اور چڑاں۔

کھانڈ سے ایک دھڑ کل چڑا تو مٹوں کوئی آبادی نظر نہیں آتی شر ایک دم  
سے ختم ہو کر وہ لودہ شروع ہوا جاتا ہے۔ دست میں وہ چار ٹھکانوں ہیں جو کھتے کی  
ٹھکت کی وجہ سے بند چڑی ہیں۔ کبھی کوئی ایک ٹوکہ میں ٹوٹی کھڑکھڑائی کر دیتی ہے  
لودہ میں کھانا ساتھ چہ ملا تھا مگر کھانے کی جگہ کس نہ لی۔ مٹوں پلٹے لیجئے۔ ایک

تقسیم سے جھکا ہوا تھا۔ ایف ایک عمارت دس بی گزری تھی۔ چھ عمارتیں  
 دکانیں بھرنے لگیں تاکہ چار کئی تھیں جن میں چار تھیں اور کچھ بچے  
 ہوئے تھے لوگ دکانوں پر گھسے لگے تھے۔ سارے کراچی کی سونری لٹ چلی  
 تھیں۔ مگر کراچی کے لوگ کل ہمارے تھے کسے چپ چاپ خرید و فروخت ہو رہی  
 تھی۔ کھانوں کی دکانیں بھی کھلی تھیں گودوں بھرنے لگی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ میری  
 تمام ساری کوکوں نے سڑے سے چھاپ لی ہیں اور ہار پانچے سے گھومے اور پھپھ  
 گئے ہیں میں نے دکانوں کی کھلی تھی۔ میری دانست میں کھو چکی تھیں۔ نہ جانے  
 یہ کمانیاں کس دانستہ وہاں پہنچیں اس زمانہ کی کمانیاں بھی مل گئیں جو بڑے سمجھے  
 وقت میں بھینکی تھیں جب فروخت دکانوں پر لگے تھے۔ سڑے ہوا دکانوں پر کمانیاں  
 دلائیے جاتی ہیں وہاں سے پاکستان بھی جاتی ہیں۔ وہ دکانیں بچے تک کھڑے رہے پھر  
 میں نے کہا گئے اپنی بیوی بہن دوست خاتم کے پاس جانا ہے میں نہیں جگے وہاں پہنچی  
 سب ۳ رہے تھے مگر چاکلے اور دودھ کا کلا پھوڑا دیا تھا میں چلی آسمانی سے جا کر  
 بچکے پہنچ گئی۔

مجھ کو بچے کے بچے سے رہے لوگ ملے آتے جاتے رہے۔ دوست اس کی بیٹی والی  
 اور چٹا علم والی کے بچے اور دس بھائی آگئے۔

کچھ گھر لوگ ہو گئے ہیں۔ وہاں سب سے بڑی بہن ہیں سوکھ کر کلا ہوا گھر کی لپا  
 کسی میں چور ہو گئیں تھیں بچے دو دو کر لے۔ جب وہاں ہوئے اور شادیوں  
 ہو گئیں تو ملک ختم ہو گیا ایک چٹا ڈاکٹر کی بی بی کچھ کاٹی تھی اور وہ سزا چٹا کر ل  
 صاحبہ پاکستانی فوج میں بی بی تھیں پاکستان میں آ گیا بھاگ بھاگ کر بھی پاکستان چلی  
 وہاں سے مجھ کی یاد ستانی تو مل گئی تھی۔ کڑوٹہ اٹھا نہیں سالی سے وہ پاکستان  
 اور پھر وہاں کے دور سیانہ دوڑیں گا رہی ہیں بڑی سیتھوں سے وہاں رہے۔ دور  
 کی چٹکے بھڑکتی ہیں بچیں سکون تھیں تھیں میں نے انہیں بچوں کے ساتھ نہیں وہ  
 پانچ۔ ظاہر ہے اس قسم سے ان پر کیا گردی اور نہ جانے کتنی ہلاں پر گزری  
 ہوگی۔ جو دکانیں وہ وہاں ملکوں کے بارے میں کہتی ہیں اگر کچھ دی جائیں تو آج  
 وہاں بچہ کی ضرورت نہ رہے گی۔

لڑا ہوا دس دس کے باپ لگ رہے تھے اور جے جے جے جے۔ بہت لوگ لے رہے اور  
 کچھ نہیں لے کر شادی کے گھر کے داخل میں دال نہ گئی۔

کلب میں شادی کا ریسپشن تھا۔ پاکستان میں شادیوں پر خرید و پانڈی عام  
 ہو گئی ہے وہ لوگ بڑا دس دوپہر دوپہر وہاں لگائے میں فریج کرتے تھے۔ شادی  
 بہت سادگی سے ہوئی۔ چڑھوے اور ہیز کی کوئی لائن نہیں ہوئی۔ چپ چاپ  
 صندوق میں بھر کے دو دس دس کے سہو کر دیا گیا۔

بیماریاں بڑھ کر دس دس پنے تھیں اور دس دس ایک آپ کے تھیں۔ خانہ  
 لینف کی بیٹی تھی تو بہت بھاری ہوئے میں دس کو مات کر دی تھی۔ ہر طرف  
 بھاری کھڑ چلی اور بھاری فرائے گھوم رہے تھے۔

دس بھڑک کر کراچی سے نکل کر پورے ملک کی۔ کر۔ لوٹے باز رہا۔ کراچی  
 کے لوگ اور شعراء شریک تھے گیارہ کا زمانہ مٹانے کے لیے ہمارا اپنی کمانی چھ کر  
 چلی کمانی میں اپنے ہاں دس دس دس کی بھولی بھری یادوں کا تجزیہ کیا ہے وہ کیا  
 مگر پھلوری کی یادوں گزرتی ہے رگھی آواز پائی کی گویا غلیوں پر سو کرے اور  
 ہائیڈل کے بار۔ انہیں نہیں چٹا جاتے۔ بچپن کی سالی داری دیکھا میں پھر دس۔  
 وطنہ صبح لڑی اور سلطان عمر نے بھی کمانیاں چھیں۔

اسلام آباد سے انٹر عمل کا فون کیا کہ کب آ رہی ہوں میں نے کہہ دیا  
 وہ رات چھ کر چلائی گی۔ اور سے غلیں امر کا فون کیا کہ ہوئی ہمارا کا گھٹ بھیج  
 رہے ہیں۔ گئے اور آ گئی ہے۔ گھر چٹا چٹا بڑا اکثر کہ اور پھر وہاں ہوا  
 میرے ساتھ دوست بھی گئیں۔ اور ڈاکٹر علیہ بی بی میری خانہ داو میں بھی اپنے  
 بچے دلاور کو ساتھ لے کر گئیں کہ کراچی میں تو آگے گئے تھے میں پھر دس  
 اطمینان سے بات کرنے کی بھی سلیک نہیں۔ علیہ سے چارہ سال بعد ملتا ہوا  
 تھا۔ وہ میری بی بی بی بی بی ہو کر گئی تھی۔

مجھے عید کا ذکر کرنا تو بھول ہی گئی۔ عید کی رات مسام مرزا اور دستانہ شری  
 دوپہر وہاں دکانوں لے گئے۔ چارہ رات کی گھاسی اور آخری وقت کی خرید و  
 فروخت میں لوگ دھوئی ہو رہے تھے۔ سارا شہر بھرنے پھرنے دوپہر کے

جیو سلطانہ بھٹو کی بجھی جی لود برادر بعد حجاز آئی وطن میں اس نے اس کو  
 پہناتے میں تو رہ نہ گی لیکن بہت سی مصروفیتیں اس سے اتار کی تھیں۔

[illegible]

شکست میں نے یہاں سے ہمارے غائبانہ دوست "نہت نور" کو بھی  
کامیاب میں بھیج دیا تھا۔ وہ کہہ آئے تھے کہ "نہت نور" کا شمار  
استوا میں ہوتا ہے اسی میں وہ شہرت حاصل میں ہو رہا تھا۔ میں نے  
توڑی در چپ رہے ہر کہنے کے استحقاق کی قسم اٹھائی اس لئے اچھی قوتی نہ  
کر کے کہہ کہ یہاں پہنچا ہوا ہے کہ جی ہمارے ملک میں آٹھ سالہ آٹھ ۲  
پہنچا ہوا ہے۔ یہاں سے کہہ کہ وہ یہاں پہنچا ہوا ہے کہ جی ہمارے ملک میں آٹھ سالہ آٹھ ۲

”ہندو مت کی تعلیموں پر پابندی رکھنے سے کچھ عیسائیوں کی فہم اور مشق کو فائدہ نہیں ہوگا۔“

کہو زلفوں پر ہوا چھوٹوں نے مقابلہ نہ کیا اس سے قاتلہ اعلان ہوا اور سید  
 دل سے ہمیں خبر کئے گئے۔ ہندو مخالفوں کے جیسے انکار کئے گئے۔ تاہم پچھلے  
 ہفتے کے اخبار نے اسکا بیان نہیں کیا۔ ان دنوں میں نے آگاہی کی کہ قاتل  
 کو اس نے قاتل کی قبول کیا ہے۔

مگر وہ لوں گھوں کی غصوں کا بھی دین چلا رہا تھا کہ اس کو اتنی جی مار گیت (

مگر تامل نہ والے ہوتے تو ہماری انجمنی آئی کو اتنی بھی نہ پہنچتی۔ جب ہم جانا چھوڑا کر انجمنی میں جرحن جاتے اور اس طرح صرف چند لوگوں کی کہت ہو جاتی۔ بیٹنگوں آئی چھوڑا کر ہو جاتے کیونکہ انجمنی میں جرحن اسے ملے کی ضرورت نہ

اور پھر انکو حبيب کو پاٹ اٹيك ہوا انعامت شديہ قسم كا كيا پاكوں كى طرح  
جذبي جبروتہ كے بعد على كرتہ انجمن نور حبيب كو اچھي دل كا دور دور كيا اور عجبى بند  
كے شور و غلجى دل كے آتھوں سے جس ہوا كے آئیں اور دونوں كھوں نے نہ جانے كئے دونوں  
كا تھیر چڑھا۔ اس خون سے چاس تھیں تھیں جو حجاز سے كے وقت بمبابب جھي كى  
آتھ رہى ہے۔

انگریزوں کا ایک سال کی مسلسل بغاوت کے بعد اقبال ہو گیا۔ کہا کہ انہوں نے  
پارلیمینٹ چاہی۔ وہ بھی جانی ہیں تو سرسوں کا تختہ۔ چنانچہ انگریزوں کی طرح  
انہی کی طرح تم جانتے ہیں اور ان کی فوجوں سے فوج بھی لگائی ہے۔ وہ زجر  
میں رہے اور ان کو تھک دیا۔ انہوں نے جانتے جانتے کہا کہ وہ خائن ہیں۔

گیا جیسی کہ کسی کی ہیں جو سانس میں قفلے لگتی ہیں خود میں میں خود ہی جسم  
میری رقی ہیں اتنے عجیبہ کی کہ نہیں ہے رہتا ہے مجھے کو گزند میں مرنے کی  
مکرم میں لگا۔ مرنے میں کو کچھ نہیں کیا اپنی ایک قسم احساسات جاگ رہے  
ہیں داخل طور، غلبت ہوتی دیکھتے ہیں اپنا کام خود کرتی ہیں۔ کسی کو ہاتھ نہیں  
لگاتے دیکھیں۔ عجب نے غصے لے لی ہے۔ اس کے تحت کے پاس چلے گئے رہتے  
ہیں کہیں نکلے رہتے ہیں۔ کیا کسی کوئی چوٹی ہو کر انہیں دیکھتی رقی ہیں جیسے  
چڑا اپنے بچے کو آگتی ہے کہ کچھ کے لئے ان کو اپنا نگار کرتا ہے جیسے وہ بچے کی طرف  
قدم چھانے والے تک حرکت کا کر چکی ہو دیکھا کہ اس کی اور وہ جب عجب کا بیٹا بنا  
ہو کر گزرتے ہیں ٹھکرتے ہو اور آتے ہیں تو دیکھ دیکھتے نکلے نکلے ہیں۔

[illegible]

مجھے شوکت صاحب کی بات بہت مقبول لگی میں نے پرچا۔

”مطلبیہ دلائل کے لئے قلموں پر اثر خواہ۔“

”شروع شروع میں بہت چارٹوگ کی۔ وی سے چیک پہلے روچتے تھے لیکن بہت جلد حق سے ہٹ گئے اور جس تک نہیں آئی کتاب اب ہمیں سب توقع چلی ہیں، پہلے تو بے امر تھی وی پر ہمیں آنے لگیں تو ہمارے یہاں کے لوگ دماغ سے ہٹ گئے مگر وہاں سے ہائی سڑی ہوئی ہمیں زیادہ آتی ہیں اب لوگ ٹوٹ کر دھڑکتی غم نہیں دیکھتے۔“

شوکت صاحب سے مل کر بہت طوفانی ہوئی ہے مجھے انسان ہیں اور یہی  
 دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ بعد میں کے دوستوں کو یاد کرتے ہیں۔

دانت کو کھینچنے کے لئے دروازہ وہاں میلوات دینی ہے اور ہاتھ کھینچ کر دھو کر  
 محمد الرحیم صاحب اور جاب اختیار علی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جاب اختیار علی کو  
 میں دیکھا جس میں دیکھا تھا اس وقت جی عاصم جیسے عطف سے چہ پہنے ہوئے  
 تھے۔ کسی سے بات نہیں کر دی تھی۔ لیکن اب تو ان کے کانوں سے دہن ہی نہ  
 لگ رہی تھی جسے پہنے ہادی کر دی تھی۔ کبھی تو خود اپنی قرعہ کا لڑائی اڑانے  
 سے بھی نہیں جانتے ایک مصلحت میں اورا بٹ کر م ہوئی تو جلدی سے بیچ میں آکر  
 ہو گئے۔

”اے دیکھئے تو آہن کتنا مضیق ہے۔ چاند بس اب لوہے ہی والا ہے۔  
اب لوہے کا تصور صرف وقت ضائع کر رہے ہیں۔“ سب بحث بھول کر آہن کو  
دیکھنے لگے۔ آہن پہلا لوہہ ہے اور خدا۔

عبدالرحیم صاحب نے مجھے ۸۸ سال کرنا۔ عبدالرحمان چغتائی نے T2 میں مریخ چغتائی اہل کی ایک نئی جگہ چھوڑی کہ خوشی کی گھر سے دہلی کتاب ہے جیسے ناکمل راستہ ہے ۷۵ میں اٹھال ہو گیا اور میرا حق دہلی ہو گیا عبدالرحیم صاحب نے وہ مجھے دیا اس کے ساتھ مریخ چغتائی صاحب اور چغتائی کی دستخط کی بھی

چند اکتوبر کو حجاب کی راوی نے ٹائی اسٹراج میں اپنی غصوں کے کچھ دار لائی  
 سیں کچھ ہان گئے دکھانے ان میں سے ایک گھرا مجھے بہت پہلو آیا اور وہ کسی دن  
 چوری قسم دکھانے کو چار ہو گئے۔ تیسرے دن انہوں نے اپنے اسٹراج میں ایک  
 بہت بڑی دست کا انعام کیا ہم دکھائی ہم کا ہم تھا انسان اور فرشتہ۔ اس میں  
 زیادہ دو ٹائی گاؤں کے ان کا بہت دیدہ بود۔ کہیں کو سلیمہ، ہم حق چمک صرف  
 وہ دھڑا چاند گرتی ہے۔ شہاب کی راوی بڑی تیزی سے دھڑا دھڑا گھسی جاتے ہیں  
 اور وہ خوب ہنسی ہیں لیکن انہیں بے قصدی گھسی جانے کا شوق ہے۔ وہ اپنی  
 دسری غصوں سے قصہ بڑا کر لیتے ہیں۔

دوست میں محمد علی زبیر اور نیر سلطان بھی تھے۔ محمد علی دراز تھوہر و جیسر چھان  
تھے۔ امای لاس بھی گھوڑا رنگ کی شلوار اور فیض پہنے تھے اسی پاکستان کا  
لیپ کنار ہوتا جا رہا ہے جس نے ان کی مدد تھیں پاکستان میں دیکھیں۔ ایک قومی  
ایک پوری۔ ”سب سے بڑا بھلہ۔“ بعد سبھی فلم انور کا کام ہے۔ مگر کچھ  
بلی انڈیا کا ہے۔ محمد علی اور فیض نے سب سے اچھی کردار نگاری کی تھی۔

حاجب اعجاز علی نے بھی صبح کی جانے لے بلایا۔ پورا کھانا میز پر چھوڑا تھا۔ اس کے کمرے میں نے بارگی کی ٹیکس اور شیشی اگلیاں بہت اچھڑیں کبھی نہیں ٹیکس۔ وہ بہت بدل گئی ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک مضمون پڑھا جو ان کے اپنے رنگ سے بالکل جدا تھا اس میں غزوہ مزاح کی لطیف جاشنی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ

7/24/22

خداوند لطیف بھی حضورؐ ساتھ آئے تھے وہ پیرو درو اخلاقت سے وابستہ ہیں۔  
کوئی کام اٹھال لیا تھا۔ انہوں نے ایک مصراعت دیا جہاں کچھ شعراء نے کلام بتایا مگر  
کسی نے سرورؐ پر ہنگوی اور تھیں کو تکلیف فہمیں دی نہیں میں سنا جاہ  
ہی تھو۔

پھر کہ حقیقۃً ادا میں نے اپنے دوا میں سب چار میں آتی تھیں ہیں لیکن  
سب چار میں تھیں تھیں حقیقۃً ادا کا ہوا چاروں میں متوفی کاران کی جگہ میں  
خاتمۂ دوسرے عوام سے جسے متقبل نواح میں وہ ہیں شریک تھے۔ فردا خانہ بھی تھیں  
اور سب سے بہتر کہ انہوں میں تھیں۔ مگر ختم وراثت کے تحت ہیں سب نے  
بندہ متعلق کو ادا کیا جس طرح ہر متوفی کاران نے ہم تھیں میں یہ بندہ تھے وہ ان کی  
ذاتی میں ان کی ان کے دیپ کارانے جاتے تھے۔ دیپ کاران ہر دھندہ کی  
وہ تھیں متعلق متعلق سے ملے کی۔ ان کے ان کے دھندہ کی تھیں کہ وہ تھے۔  
ان کی ان میں بندہ تھے کافر تھیں تھے۔

[illegible][illegible]

نے اپنا کام چلایا یعنی میری فیصلہ "فیصلہ شعلی" سرور ہمارے بھائی نے دیکھ کر ہمارا۔  
 وہاں سے رات کو خفیہ طور پر سفر کے لیے اور ہمارے سفر کے لیے وہی فیصلہ جم کی اور  
 کھانے کے بعد تک چلتی رہی میں سمجھتی تھی اسکا نام صرف کھانا اور نہ ہی  
 کے بارے میں سمجھتی تھی کہ اس نے اپنی ایک بہن کو کھانا دیا تو وہ بھی سمجھتی تھی  
 وہ سب وہاں تک پہنچی کہ ہمارے اور ہمارے فیصلہ دیکھا۔ شعلی میری بہن اور  
 شعلی کو کھانا دیا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ "فیصلہ شعلی" نے اپنا کام چلایا۔

کہا ہے: خدا نے لاہور روح پرورد سوسم ہوا کی ہوا کی گرمی میں لوگ ہوا کی لاوار کی طرح سے اترتے ہیں تب کہیں جا کر روپ رکھ لیا ہے۔ بکھاپ کی بجائے نہیں آپ ہی آپ سزا آگے ہے اور اور سزا رکھ لیا میں آگے ہوئی ہی پہلی سزا میں ملتی رہی جاتی ہے۔

[illegible]

سوا چاب تک ہوئی جہاز کا سفری دہاڑا دہلی سے بھی پاکستان دیکھ لیں اس کے اسلام آباد دہلی سے ہے۔ جو ٹھیک بھی ساتھ آگئے۔ صحت علیہ امن کا چارواک اور ساتھ تھے ہی انجینئر ہر ایک اور صاحب مل گئے۔ ملکان کے لطیف اظہار کراچی میں بھی کیا تھا اور وہ ملکان بلائے کی کوشش بھی سب کی گھر اجازت نہ لے پائے تو پھر آگئے اور ساتھ اسلام آباد چلے۔ ان صاحب نے راستہ بھر سوالات کی بارش دی دیکھی۔ کہہ کر نہ کرنے جانے کیا کیا ہر چہ والا ہر دے پر پختہ گئے میں گئی۔ خیال ہی نہ آئے چاکر کہ جواب کیوں دے رہی ہوں مجھے بالکل پار نہیں کہ





رشتہ داروں عزیزوں دوستوں کی قسمیں دھیموں گئے کئے مسلمان کا وزن  
 دیکھنا ہو گیا۔ انگریز رٹ پر پہلانے کے لئے بہت لوگ آئے۔ کچھ بکھر رہا تھا اور  
 کراچی ہو گیا رہا تھا ایسا لگتا ہے ایک دنیا پھوڑ کر دو سری دنیا کو جاری ہوں ڈانچہ  
 کھنے کا سفر ہے۔ پہلی جہت ہر می اور کوئی بس آگہ کھل گئی کبھی نہیں جیسی غراب  
 کھسکتا ہے جسے ایک لہا سا غراب دیکھ کر چاہی ہوں وہ جیسے وہ مشاعرے وہ  
 داخلہ کو چاہئے والی 'انجمن' ان کی تعمیر کب لے گی؟ وہ تین بھائی ہو پاکستان میں  
 دفن ہیں ان سے ملو کیسے تو وہ اس سٹی میں سمجھے ہیں چاہیں گی خاک ملی ہوئی  
 ہے۔ سمجھو دھڑ کا ایک حصہ وہی گزرا ہوا ہے وہیں صرف ایک پھر آس  
 چار بھائی دنیا ہے اور سب سے بڑی بین کیا ہے۔ جنہوں نے مجھے بددلی قاعدہ  
 پڑھایا تھا اور دولت مانگتے کھائے تھے۔ وہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہیں۔

وہیں سے وہیں تک کتنی لمبی سڑک ہے!  
 کتنا غصہ ہے!



مگر ہر ایک کمان کا سوا ہلی گیا۔ ہر سے ہوش بکھلائی اور ہر کمر بند ہو گیا۔ کچ  
 نیپ دیکھاڑا سامنے ہے۔ اور ہوش صاحب کی طبیعت دیکھ کر کئی ہوتی تھی۔ وہ ایک  
 دین بدستار اور اپنے عزیز دوستوں کو یاد کرنے کے اور سب کے کئی بھاری  
 ہو گئے۔

رات کو شہر بڑیاں دیکھنے کے بندے، خاص چوہائی ایک طرف چڑی کی  
 روڑیاں بھلا رہی تھیں۔ دوسری طرف اسلام آباد کی میاں گ رہا تھا کسی نے بہت  
 سے زور اٹھا کر ڈال دیئے ہوں۔ ہم لوگ ہر تک سانس دے کے اس میں سحر  
 دیکھتے رہے۔

تب ایک دم لکھے میری ادراخ کا کوئی نکل نہیں صاف لائی کا چند بار بار  
 آیا۔ پہلی نے جسے دیکھتے سے پھر لیا۔

کراچی والیں لوٹ کر ہر خانہ طیف کے ہیں جا کر وہ دن رہی۔ سی تو چاہتا تھا  
 سب کی دعوت قبول کریں اور سب کے ہیں وہ دن رہیں مگر میرے پاس دن  
 کھلی رہتے تھے ہر ایک سب رشتہ داروں کے ہیں ہری ہری دعوت کھلی گئے سینے  
 اور دھڑکی کی تپائی کی۔

ایک اور طاقت کا چلنے پھرنے ذکر کرنا۔ خدمت کے شہر سعید خان سے  
 مرزاخان مرزا فتح کے افسان ہیں کئی بار میرا دور کر آئے ہیں۔ علیہ ازاں می رکھتے  
 ہیں خدا کے نہایت تو میں چرتے ہوں اور اپنے کئی ہی گتے ہیں۔ ابھی ایک حد میرا  
 اور کر آئے ہیں ان کے جو صاحب کو دیکھتے کھنٹی افادہ آخر ایک شخص میں کیا  
 بات ہوئی ہے ہر لوگ کھنٹے ہو جاتے ہیں۔ رات کو کھانا ہے ہم ان کی خدمت میں

پچھ  
 لکھ لکھ رہی سکتا ہے تو میں کے چرتے ہوں میرا قلم غلامی آج بھی  
 دھیں صاف کھڑا رہے پلے مگر کھنٹ صحت مند بات کئی قدر لگی تھی مگر مطلب  
 میرا لوگ ان کے پاس اپنے دکھ درد اور الجھنیں لے کر آتے ہیں اور وہ انہیں  
 لے دیتے ہیں۔ کوئی بات ہے کہ انہیں دیکھ کر نہ سکتا ہوں ہوتا ہے۔

سے ٹھوکر ماری اور بھری طرح سچا ہوا ابرائی۔ اس نے جنگل لٹ کو بھل ہر سے  
لوچ کر بولے میں اس دیا۔ ہاتھ کی پشت سے دھپے ہوئوں کو دگڑا اور پھرتے  
سندھ کو طمانچہ مار کر گرم خشک دست ہر دونوں پاؤں بٹا دیئے۔۔۔  
ہلکا ہلکا۔۔۔

"ہوش میں آؤ!" فریاد بھڑا اٹھی۔ وہ کالج کی فن لڑکیوں میں سے تھی جو  
اپنے توی کا پچھو نے کی کاکل ہوتے ہوئے دانشور مرزا کو تحویل میں بھی نظر بھر کے  
دیکھنے کا حق دار نہیں سمجھتیں۔ انہیں کالج کے طرح دار طلبہ کے بولے لگانے  
میں ہی حقیقی بازی کے سارے حوسل جاتے ہیں۔ عشق وہ سے کرتے ہیں اور  
سودگوار یہ سستی ہیں۔ اکثر عظیم بری کی سعادت پار کھینچے سمجھاتے محبت تانے بھی  
دشمت بھی چہنے کو مل جاتے ہیں۔  
"تمہیں عمل کرتے ہی لگجور ہو جائے گا۔"

لگجور اور ہار ایک دن ہر دھڑلور اگر بہت قسمت نے یاد دہی کی ہر نکل۔  
"بیٹیا۔۔۔ دانشور بہت ہر دھڑک۔۔۔"  
"مگر دارنگ! یہ کالج اسٹوڈنٹ لائبریری کالمن دوم' سٹائن جیلے' حقیقہ  
انضامت پیپار کالمنس جی کالمن' کبھی قصداً اول نہیں جانتا کہ ٹیسٹ یک دھڑ سے  
ہر دھڑ کے سر ہر مار کھاگ لگے۔ اور بہت دور جا کر ہنگ اڑانے لگے۔"  
"بائی کوا! آج اور اسے بہت مزہ!"

"اسے بہت نہیں ڈینڈا کوانٹ اسے بہت۔"  
"ہیما پھوڑو دانشور میں کو ڈینڈا نہیں سو بھی واس نہیں آتے۔ کہ اور  
بیرے کے لئے بڑے بڑے عمل کون انصاف لکھتے۔ تو اب چھاپنا قیور لہی ہر  
تم کہتی ہو "انصاف کو بہت گھسا چا" یہ قیور نام ہے۔"  
"میں سے شعر کہتا ہے اور پھر تو تم سے چہنے ہر مصرعہ اک تو شاعر ہوئے سے  
کہا ہوا۔"

کوا تو بری نہیں۔

## تختا تختا

"ہیما رشید؟"

"نہ! تو بہ کرا!"

"میںم؟"

"اچھا۔۔۔"

"مگر باپ کی اسیوں چاہیو۔"

"مگر دارنگ! میں ہانچ کالج کی نکل بنتی ہوں۔"

"ہیما! ہیما! مگر دانشور مرزا۔۔۔"

"ہم۔۔۔" دانشور کے کھانی ہر ہفت جگہ گئے۔ کال کال چلیاں ہمیش اور  
کچل کچل۔ ایک چلیلی شرف لٹ نے کھل کر بائیں کمال کو چوم لیا۔ منہ دود  
اسکھن نے اسوں کا ایک ہلی کے لئے دود من خون دودک دیا۔ دانشور مرزا کا چہ فرٹ  
دو لہجہ کا "تختا کالج کی نکل کے ہاروہ قلب جتار کی ہاروہ یک طرح دھن ہر چھا  
گیا۔ پھر جتار نے من گھٹ بائیں پیپار کر اس کے پھیلنے' احساس پہو کی سے  
مغلوب دود کو سمیٹ کر لہی لی۔ دانشور اور تارہ ہی ہوتی منہ کی مسک کو نپاک کے  
اول دیکھ کی طرح دانشور میں چہہ لگی۔ شہنائیوں کے سر ہر ناگن مست ہو کر مجوم  
اٹھی۔

مگر دوسرے ہی لمحہ اس نے اس دانشور کن سندھ کی قہ ہر لوہی لہیوں

صحت کی حق دار سمجھ جاتی تھیں اور انہیں بھی ستروں کے پرانے میں  
تھے۔ انہوں نے "اس دن میں جیسا کہ میں نے کہا" اور شادی کے چوتھے  
ہوتے۔ انگریزی اس وقت صائب اور ملک کے لکڑی پر مل جاتا تھا۔ دوسری  
بنگ حکیم کے بعد ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ ہزاروں کے ساتھ نے بھی  
اہمیت حاصل کر لی تھی۔ مگر طلبہ کے ایک خاص طبقے میں ہزاروں کی ضرورت کا  
احساس نہیں پیدا ہوا تھا۔ آزادی اور ہزاروں کا مسئلہ بکھ سم سا تھا۔ ان دور میں  
برائیاں میں قسم قسم بھی تھی اور سوشلزم بھی کہ "ہمارا بھی اور غیر ملکی بھی"  
ایس ٹیوٹس میں اور دانشور مرزا بھی شہرہ آفاق کے ساتھ بنے تھے یہ تھک انگریزی  
کے الفاظ اور کھلے اسی پتھرو خانے کے میں چلے گئے ہوں کی خاص بچان تھی۔ یہ  
جنگ تعلق دادوں عہدہ افسانوں کے اعلیٰ انگریزی اسکولوں اور مشورہ کالوں سے نکلے  
ہوئے "خوش نصیب نوجوانوں کا" جن کے مستقبل روشن تھے اور تھک زندگی کے  
غریب غریب گوار۔ ان میں سب ہی کو پیش کم تھی کا تھک "جنسی ہمار" مستقبل کے  
دھندوں سے چھیننا۔ ذہن افکار نوجوان تخیلی ہی نہیں پاتا تھا۔ اور اگر کسی طرح  
بچس بدل کر باپ بھائی کے کسی پادرسخ وکیل یا اپنی ذات کے مل رہے تھے یا کچھ بھی  
جانتا تھا اپنے دماغ پر کھلی چھائی رہتا تھا۔ چھ کا سرخ کسی کو نہ دیتا۔

دانشور مرزا اگر اس کے ایک از اسے ہونے عمل خاندان کے پرن دور میں  
بچوں میں سے پانچویں نمبر تھا۔ اس کے والد نواب محمود علی شیروانی کے ہاں خوش  
تھے۔ محلہ پنجہ شہر میں ایک انہرے تھے "مندی عک گلیوں سے گھرے ہم فلت  
مکان" ان کے خاندان کے علاقہ کی خاندان پنجہ پتھر رہتے تھے۔ بنے چار  
برائیوں کو اسکول سے زیادہ ہنگ ہادی اور کبھی کے انکانوں سے شوق تھا۔ انہیں  
دانشور سے بھرتی ہمیں قرآن مجید پڑھنے اور ایسا کی شہرت حاصل کرنے کے بعد  
دولتوں کے انکار میں جمی تھیں۔ دانشور مرزا کی قسمت ایسی تھی کہ نواب  
صاحب کے لوگوں کی صحبت ملی لعل اپنی ذات کے مل رہے تھے اس نے نواب  
صاحب کی خاص توجہ حاصل کر لی۔ انہوں نے اسے مل کر نہ بھیج دیا۔ جہاں دیکھتے

"میں تو رہا ہے۔ اگر تو اب رہی ہوئی تو میرا پاسی میں تو رہی نہ سمجھتا ہوں۔"  
صاف پکڑ لیا تھا۔

"گورنر! آپ کا سیکل میوزک کی بھی امتدادی تھیں۔ ہاں ہاں" معلوم ہے تم  
نے استاد عاشق حسین سے تعلیم لی ہے۔" فریڈ نے فریڈ کی مسکراہٹ پر چکر کرنا۔  
"آپوں کو جیسے رشید میرا کرنا کا چھیننے میں میرا کھتی" فریڈ مرزا جیسا بھلا  
نور۔۔۔"

"بھائی تپا کے دولہا جیسا نہیں کہ۔" فریڈ نے قہر دیا۔

"مور تعلیم کے میں جیسا ہرود کا نظام" نور عک جیسا قوم پرست" اور  
جنگ عک جیسا جان باز اور پکڑ جیسا۔۔۔"

"میں اسٹاٹ بھائی کا دانیہ رشید کو چھنے کے لئے اچھل چلی اور فریڈ  
کے ہاتھوں پر ہر شدہ پھٹ گیا۔" دیکھنے میں تو گھڑی ہو۔ مگر صانع کے کسی کو نہ  
میں ہے تو کچھ سنا۔"

"اور۔۔۔ اور کھا پھلان جیسا۔۔۔"

"میں اسٹاٹ کے بعد مزہ کچھ کھنے کی کھانسی نہیں۔"

ایک ایک ہائی پکڑا سوز پکڑا ڈی اسٹاٹ میں داخل ہوئی۔ ہر سے کیا  
مسائل پر تہ ہوتے شاید اسی لئے ہے ہادی سوز توہ داری کر رہی تھی۔ جس کے  
بعد ڈرائیور "شیخ" دانشور مرزا کو کھڑا ہوتے تہ ہوتے اور پونڈ پر غلے کیا کر  
کرے۔ مگر ہلا کر اچھل چکے۔ ہر نہ کیا ہادی سوز پکڑا ڈیاس پھر رہی تھی۔

"ایک" کیا پھٹے کھانسی کے دنگوں میں ڈوبے دن تھے۔ زندگی کیا تھی۔ ایک  
"لعل" کھانسی تھی۔ دن اور رات کی تہ سے آواز۔

ان دنوں قسوں کی یہ افراد نہ تھی ہر قسم اشارے کے چھہ دہانے میں  
ہتے تھے۔ آج کل کی بار دھا اور ٹان کالوں سے ہر پر تھیں ہادی قسیر کی لکھ سے  
دیکھی جاتی تھیں۔ صرف ذکر چاکری سلطنت کی سودا کی غلی تصویریں ہادی  
خانوں کی زینت رہتے تھے۔ نہ پھل ہمارے یا بھی تاکیز کی تھیں ہی طلبہ کی

اور حضرت عجلک جاتے۔ اہل کراہیہ قافلہ نکلتے دھار دار زمین دھار مرزا دھار  
 زمین کی طرح گدی کھینچتے۔ آگے نکلے گئے۔ جسے ٹھکر پڑ گیا۔ ایک ہاتھ کو کسی  
 کتاب کا سارا اٹھا کر سرے ہاتھ کی پلٹ بٹھکے۔ آگے اس کا کیا صرف  
 ہے۔

ان کے دل بولتے، ہم پارتے، مگر مد سے جس ہے سنی، دو کے اور مد سے  
 نیلے اور ہر کسی کے قہقہے ہاتھوں کی چاپ سے کر دیوں کی کات کر تھی سے  
 گزر جاتے، جیسے غور کی کام سے جاتا ہے۔

لاہوری میں کوئی سولی کی کتاب کھول کر شہزاد کوئی نصرت ام چڑ کھائے  
 کرنے لگی۔ دل کی دانی سیدھی دھڑکی کوئی چاہتا اور کئی اجڑی سے بگل دے۔ یہ  
 جاتے۔ کسی، جیسے کئی اس کے دھڑ میں کھلی نہیں ٹھہری ہے اور صرف دھڑ کی  
 آگ میں دھڑکی ہے۔ اسے دیکھ کر ہاتھ پھیلائے گئے ہے اور شہزاد کے اپنے دھڑ کو  
 کھینچ، ہنسی اڑاتی، کھڑا نہیں بن جاتی ہے۔ وہ شہزاد نہیں۔ کسی یہ قوف نامراد  
 بدوہوں میں قید ہوا تو کئی کا بھوت ہے، جو سوچ ہے سوچ اس پر حاوی ہو جاتا  
 ہے۔

وہ جیسے دھڑ دھڑ سے کوئی دھڑکتا ہوا نیلے کوئی برف کا پھیلتا کوئی تو کھیلدار  
 اپنے ذہن میں قہر کرتی۔ یہ کیا صاف ہے کیا وہ اسے کہا جائے گا؟ جب پتلا  
 خانے کے سن چے جاتے ہیں۔ خوب کھینچاں کسی جاتی ہیں۔ دھڑلے سے بیت  
 ہاتھوں کوئی ہیں تو وہ پہلے مرزا کس دیک جاتا ہے؟ دھڑ مرزا بھی اٹھتے کھٹے ہو گئے  
 مد تو ہواں کی طرح جلد ہادی سے نہیں چہکتے۔ شاید انتقام، بیکہ زبان ہی اچھتے  
 ہیں۔ اور وہ بھی اس کی ہر بات کی کات کرتی ہے۔

اور مد تک قہر مد ہی دل میں کڑھتی ہے۔

ہاتھ کیا چادری ہو رہی ہے۔ اور مد ہے جو ہاتھ کا نعل اور مد ہے تو کئی  
 سیدھی۔ وہ سیدھی شہزاد، تو یہ کھٹا سونا چھوڑ دی۔ تو کوئی کا سہل نہ ہوا تو دھڑکی  
 ہلائی وہ چائے گی۔

کے سارے اس نے فرست اور جن کا دیکھنا کام کر لیا۔ ہوں ابھی گزر ہو جاتی اس  
 کے ہاتھ دیکھ کر اسے واقعی چکا ہواں یعنی خواب صاحب کا مزہ کھاتا ہے۔

خدا کے والد کے خلاف والدین کو۔ اگر، علی گڑھ سے دور نہیں۔ چنانچہ  
 بہت جلد سے نکل گئی کہ دھڑ مرزا خواب صاحب کے ایک مغل کھڑے کا  
 ہاتھ کا ہے۔ دھڑ اور۔ اسے اور ہارنی ایچ ڈی کرنے کے لئے کھٹو چلا آیا اور اپنے  
 اڑی کو بہت دور لے کر لے آیا۔ والدین کو چہ بھی نہ تھا کہ وہ کہاں  
 غائب ہو گیا۔ کیوں کہ جب وہ ایف اسے میں نمایاں طور پر کامیاب ہوا تب ہی اس  
 کی خالہ اور چھوٹی میں اس نے جو ناچا ہل گیا۔ مگر دھڑ کو اپنی دھڑ حال اور خیال  
 میں، پہلا کے دور سے اپنی برائی کر کے سے کھلی آئی تھی۔ علی گڑھ میں اس  
 کاراواں ہو گیا تھا اور کھٹو میں اسے پتہ نہ چل گئی۔ وہ اچھا مقرر تھا۔ وہاں  
 میں کالم لکھ کر نکالتا تھا۔ اس کے اتنے بہت سے آسودہ حال دوست تھے جن کے  
 خاندان اس کی کو بھلتے میں چل چل رہے تھے۔ مگر کسی نسبتاً بڑھ گئی تھی مگر  
 کھٹو میں غارت سے رہتا دھڑ مرزا جیسے ہو نہ تو ہواں کے لئے مشکل نہ تھا مگر وہ  
 عجیب پردار انسان تھا جس نے عشق و عاشقی کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی بس اپنا  
 سخی شہزادے کی دھڑ میں رہتا تھا۔

قدرت کا کھٹو دیکھتے۔۔۔ سخت کو کھٹوں کے بعد بھی دھڑ مرزا دھڑ کو  
 شہزاد میں کے سر سے کھٹو نہ رکھتا۔ کالج کے آگے کے اور تو ہواں پر دھڑ تک  
 شہزاد سے حاشہ تھے۔ وہ پہلے شہزاد کے پرستاروں میں ٹھہری کوئی قہر نہ تھی۔ مگر دھڑ  
 مرزا تو پہلے ان سب عاشقوں کو کہ حاکمیت کا ہر کسی اس شخص سے شہزاد پر  
 دھڑ کا شہزاد ہے پائے شہزاد کی بی بی خانی اور شہزاد کی۔ انتقامی آگ چڑھی اور مرزا  
 اپنے حسن اور ذہانت پر کھل بھروسہ رکھنے والی مشہور لہو ایک کھٹے سے ملی  
 پھینک۔ مد نہ تو کھٹے ہوئے ہواں کو کھٹے کرنے میں ماہر رہا ایکے میں کسی  
 سوز پر وہ ایک مد سرے کے سامنے آجائے تو ساری داخلی اڑی ہو جاتی۔ دھڑ  
 دھڑ شہزاد کی پھٹکی بھاری ہو جاتی۔ ایک طرف کھٹے کھٹے دھڑ دھڑ کو جو سنے گئی

تھے۔ اس کا جسم اب بھی نرم 'نازک اور قصاب تھا۔ اظہر منک کے چہرے پر ہے  
وقت کی بڑی جھڑپاں بھی مت جاتی ہیں۔

اس کے آرٹ کی ملک میں قدر پتی بڑی سے بڑھی۔ چلی کے فن کاروں  
میں اس کا شمار ہوتا تھا اس کے فن پاروں میں دلکش کا صحن اور پروکار باغی (باغی)  
پوری دنیا سے جہم کر تھا اس نے رنگوں میں محدود کی گفتگو کی توانا سمجھا  
سے اچھی ہوئی فنکار کی کج سودی تھی۔ حال اور مستقبل باغی کا پتھر ہے۔ باغی  
کبھی نہیں مرنے توں کا باغی تھا وہ جاتے ہیں کا حال اور مستقبل حاصل اور  
نیکو اپنے رہتے ہیں۔

باغی زندہ ہے۔ ہاں میں اچھے ہونے پرانے عجے کے دور سے صاحب  
ہو گئے۔ باغی لوٹ گیا۔ باغی پر زندہ ہے میں رہا ہوا ہے۔  
"لی لی" دو کوئی کا پیکر، لی لی! کھلی غار نے دیکھو مرزا کے پاس میں  
اڑائی فریں ہی کر کا تھا۔

اور ہر صبح۔ اور علی آئی ہی اس۔۔۔ ازار الحق تھو دار۔ ہاں دارا  
زیادہ ہے مگر ہے حد ادا۔۔۔ ہادی زیدی۔ سب کے سب کھڑے تھو دار۔۔۔  
رہیں۔ مگر اسے ایک ہی پھرتی آگے نہ چلا۔  
صمیم نظر۔

اور ہاں کالے بیٹے "انا تھا"۔ ہماری ہے تو کیا ہوا۔؟  
ازار الحق کو تو سارے خاندان کی حالت حاصل تھی۔ پدہ میں سال کا  
فرق تھا مریں۔

رہے ہادی زیدی تو نصرت و قنوی خاندان۔ انہی مردوں نے پدہ میں  
میں ہمارا۔ سوسائٹی سو کرنے کا سوال پھر زندہ۔  
اور دیکھ مرزا۔

پھر شب تو لی جی جی کوہ میں "مگر کہتے ہاں تھا" اس نے 1953ء  
میں ہی پاکستان چا گیا تھا۔ وہاں کچھ قدم پھرتے نہ دیکھیں وہی تو انگینڈ چا گیا۔ جانے

لی اسے کسے ہی فیروز کے لئے پیسوں کی بھرا ہونے لگی۔ مگر فیروز کو  
ایک نہ تھا۔ اس نے کرش لگا کر جانی کر لیا۔ صوری سے اسے بیٹہ دل نہیں  
رہی تھی۔ اسکول کے کئی مقابلوں میں اس نے جہم بھی حاصل کئے تھے اور ہر  
بپ تک شادی نہ ہو کچھ تو غلط چاہئے۔ کسی اسکول میں بچپنی کرنے کے خیال  
سے ہی وہم پڑا تھا۔

پھر حضور زیدی کا اصل قصہ جیت ہوا۔ دل میں کہنے ہوئے پکار "غرت"  
پھر ہاں "ہاں" میں۔ کچھ ہوئے باطل سے انہیں پنے کیوں پر رنگوں میں  
تھیں ہو گئے۔ وہ ہاں اس نے غلبہ آرٹ گیلریوں "مندیوں" مسجوں "خانہ"وں  
ایلا را امانی کی گیلریاں سمجھ لو کی چڑائی ہوئی "حزائی زیدی" سے "داران کاغذ" کوا  
کے چڑ۔ "بغلی پنے" کے گھٹے "گھٹے" کھینچی کا "مندیوں" مسجوں۔ "سندہ" کی  
مسجوں نے اس کے گھٹے کیوں کو چا اور وہ نہ چلی۔ کیوں؟ اسے کت نہیں "کا اس  
کے پاس جواب نہیں تھا۔ دیکھو مرزا کیوں یاد آتا ہے؟ وہ اس کا کون ہے؟ اس سے  
کس جہم کا آتا ہے؟ یاد نہیں ہے کہ اس کا خیال ایک نہیں کے سوا کچھ نہیں۔

ملک کا بازار پرالی بات میں چکا تھا۔ دینا کھر بچی تھی۔ ہاں کے پدہ ہاں  
دیں کو پھر کدو سے ملک نہ چاکی۔ مگر پینٹرز کی لڑائی کے سلسلے میں فرانس  
چلا ہوا۔ یورپ کے درشن ہوئے۔ آرٹ گیلریاں میں کچھ سکون بھی کا اور ہے  
پتلی بھی۔ وقت سے پتلی دیکھتا رہا۔ چمک کے وہ آہنے کے سامنے جک کئی۔  
تاکوں "شاہ" عجے کے پرانے خلاف کے دور سے ہاں میں اچھے گئے ہیں۔ ہادی سے  
اس نے ہاں میں بیکار۔ اور سے قائم رہے۔ یہ کیسے ہو سکا تھا؟ یہ کیلاز انا تھا  
ہے؟ 1975ء میں "شاہ" 1957ء ہے۔ حنون۔ "شاہ" انا کھرے دن ہاں  
ہو گئے "میں" یہ اس کی بھول ہے۔ کیلاز یہ حاض تھا ہے (میں) "اسے"  
صوبہ لگاتے اور گھٹے گا۔ اس نے کب سے آہیں نہیں دیکھا "شور کوئی کیا ہے۔  
آپ ہی آپ اس کے قدم دراز رنگ سیون کی طرف اٹھ گئے۔ کھڑے ہر  
بہر جب وہ آگے تو پرانے عجے کے سیدہ اور سے اس کے ہاں سے نائب ہو چکے





ہارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس لئے یہ بحث فضول ہے۔ کوئی کام کی بات کرو۔"

"سچہ! یہ اتنے دن بعد ہندوستان کی سڑکوں میں آنا ہوا۔" شہزاد نے موضوع بدلا۔

"وطن کی یاد سنبھل گئی۔"

"مگر آپ تو پاکستان چلے گئے تھے۔"

"پاکستان بھی میرا وطن ہے۔ وہاں تو سب سے پہلے میرا وطن تھا۔"

"مگر ہندوستان۔"

ہندوستان میرا آبائی وطن ہے، جہاں میں پیدا ہوا۔ جہاں میرے چچا، بھائی ہیں۔ جس مٹی میں میں کھیل کر بڑا ہوا۔ جتنا کے پانی کو بھول سکتا ہوں۔ جہاں میں نے تحفہ شروع کیا۔ وہاں میرے کی سچ اور سچ گھبراہٹ۔ حرم کے قہر کے بھائی کے رنجیں جلد سے دھڑلے کی جھگڑائی تھیں۔ میں تو میں برطانوی ہندو ہوں۔ تو کیا انداز کی کیا گئی؟ گراؤ کی زندگی سے میرا ہندوستان۔ مٹی اور مٹی جلتے ہا کس ہے؟ سینہ ہند، ہنگ پانڈیاں، لیل اور فیض، صدی صمن، میرے اپنے نہیں؟ سوچنا ہندوستان کی زندگی کی زندگی ہے۔"

میرا جیاب اس کی خاموشی بھاگ گئی۔ اپنے والی تھیلی۔

"میرا آپ۔" دانشور مرزا نے کہا۔ "میرا تقریباً نصف صدی انگلستان میں گزارنے کے بعد وہ بھی تیسرا وطن ہو گیا ہے۔ وہاں سلاویہ کی بیماری تھوڑی میں رہتی ہے۔ گھر اس زندگی کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ کہیں ہی نہیں گھٹا۔ کیا وہ امر ہیں؟ تو ان اور انہیں سے جہت کر گئے۔ صدیوں کے بعد بھی اپنے آبائی وطن کو بھول گئے ہیں؟ کیا ہمیں ان لوگوں سے دلی نگاہ نہیں ہے؟ جو ہم نے ورثے میں اپنے بزرگوں سے پایا ہے۔ گھر ان تینوں وطنوں سے پیار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک ملک سے پیار کر کے دوسرے ملک سے نفرتی کر دیا ہوں۔ کتنے لوگ ہندوستان اور پاکستان سے دوسرے ملکوں میں جا چکے۔ وہاں سے نکالے گئے تو جہاں

مسکری۔

"ہمارے پاس صورت محبت کا اقرار کرے تو بے میا بھی جاتی ہے۔" شہزاد نے ذائقہ میں بات چلائی۔

"مگر حضور، ہمیں اس سے محبت ہوگی۔" دانشور نے کہا۔ "اپنے سب سے بہتر اور اس شہر سے کی ہو۔"

"میں ہاں سے قائم ہوں؟" دانشور مرزا نے صوفے کی پشت پر سرکا کر انہیں بدھ کر لیں۔

"آپ کی۔" ہر دم دونوں نے شادی کیوں نہیں کی؟ ہمارے خیالات کے بارگاہ کے دھڑ سے عبور ہو گئے؟

"نہیں۔"

"تو آپ؟"

"آپ نہیں کچھ نہیں کہے۔"

"کیوں؟"

"میری مشکل یہی بات ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں تھوڑی ہی ہیں اور ہمیں بھی۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمارے دو دشمن خیال بزرگ ہمیں چین سماجی کے چٹاؤ کی چوری آزادی بھی دیتے ہیں مگر یہی نری اور ہندیاری سے ہمارے انتخاب کے ہارے میں دل میں شبہ والی دیتے ہیں۔"

انہی فلم فیئر انٹیلی حرکت! سولہ بیٹی۔

"مگر ہمیں لازم نہیں قرار دیا جاسکتا۔"

"کیوں کہ وہ بہت چھٹاک ہیں؟"

"نہیں! وہ بہت کچھ کرتے ہیں، ہماری بھڑی کچھ کر گئے ہیں۔"

"سولہ! اس قدر محبت ہے کہ ہم تینوں نے دھڑلے سے نکرو کے



سولی نے کہاں سے آئے گا؟

ایک دم دھڑکنے لگا۔ اسے شعری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور کشت توڑ میں گناہیں نے قصوری صحت میں زندگی کو جلا دیا۔ خدا را ایک بار اب تو کہہ دو کہ میں اسحق میں تھا۔ میرا ہنسنے کا طرف نہیں تھا۔ قصوری ہی تھی تم نکستی کی بجلی تھی۔"

"ایک اقبال جرم سے ہی جرم ثابت ہو گا۔" شعری کی چٹکیں بھاری ہو گئیں۔ شرر چٹکی لٹ چلی کر داییں بائیں دشوار کو چمکنے لگی اور نہ جانے کتنی صدوں کے بعد ہونٹ کاپ کر رہی ہو گئی اھا کا اس کے ہاں کی لٹ نہیں اٹھو مرزا کے ہونٹ ہیں۔ اس نے لٹ نہ ڈنٹے میں سے اڑی۔

"تو خود زندگی کا کھڑے قصور سے رہیں رہا۔ سوز سار سے ہے۔"

"ہو شاید وہ سری صورت میں نہ رہا۔"

"سورہ تم جہاز ہوتے اب تک تو طلاق ہو چکی ہوئی۔" سولی نے جانے کی زبے لگاتے ہوئے کہا۔ "سوری میں سب سن رہی تھی اتنی اوروں کو سمجھ لیتی ہوں۔"

"اچھا سولی! آپ نے اتنی دیر میں شادی کیوں کی؟"

"کیا تم بعد صبح سمجھتے ہو تم ہی عشق کرنے کا شوق جانتے ہو۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میرا عقیدہ فیکلٹی کے بدلنے میں مرکب۔"

اور آپ نے اس کی یاد میں زندگی کے بہترین لمحے تھائی کی ہیبت چھوڑ دی۔

"مجھ بھی چٹکی چلی ہوئی تھی بے کام نہ تھا۔ بلی ڈیز؟ تم نے مجھ سے کم وقت نہیں کی۔ جیوں کی کھول کے بنے۔"

"میں کتنے اسحق ہیں۔"

"پھر بھی زندہ ہیں۔" "اور اصل حمار سے دل زندہ ہیں۔" شہزاد چٹکی۔

"اچھا شہزاد! مجھے سولی سے بچا چاہیے۔ اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ

سنگ ملا رہاں جا رہے۔ مجھے ایسے لوگ ملے جو خود کو بندہ سولی کہتے ہیں اور انہیں جہاں سے نکالے گئے ہیں اس کی یاد میں رہتے ہیں اور انگلیوں میں آکر پھرنے کے بعد وہاں کے جلدی ہو گئے ہیں۔"

"جیسے صدوں سے بندہ سولی میں بیٹھ کر اپنے خود کو پہلی فنی مانتے ہیں۔ جس سے جنگ بھی ہوئی وہ خدا میں ثابت ہوئے۔ وہ جہاں بھی تو اپنے آپ کی دھن نہیں جانتے یہاں، اپنی میں صدوں کے لیے چمکے اور اپنی اپنے آپ کی ملک کو نہیں بھولے مگر بعد سولی کی سلاحتی میں ہی سلاحتی ہے۔"

"اے! بڑی بار دہی کر رہے ہو تم لوگ قصور سے جو اب سے مجھے قتل نہیں ہوئی۔" سولی بگڑا۔

"اس کا آپ سے؟ شہزاد نے پوچھا۔"

"مگر دوسری زندگی میں کسے پھر بھی تم لوگ اپنے چار کا کا کھنٹ لپٹے ہو۔ تم دونوں بھاگ کیوں نہیں گئے؟"

"کیا یہ وہم ہوئی ہے کہ شہزاد کو بھولنے کا مصرع ہے۔"

"اس وقت میں قصوری ہوئی قصوری تھی۔ تم بھاگ جاتے تو مجھے تو خبر بھی نہ ہوتی۔" سولی بولی۔

"کیا آپ کے ملک میں جو لوگوں دوسری کی مرضی کے خلاف بھاگ کر شادی کر لیتی ہیں۔ وہ کامیاب زندگی گزارتی ہیں؟"

"محبوبی لوانہ۔ جہاں صحت خیریت ہے۔ کوئی گارنٹی نہیں۔"

"تو کیوں اب تم نے مجھ کی بات۔" "دکھ ہے۔" "دوسری چیز، شادی کر دیں اور ناگام ہو تو دوسری بزم اور لوگوں اپنی مرضی سے کرے تو دوسری کہتے ہیں دیکھا ہمارا کامیاب تو کچھ نہیں ہے سوچو۔"

سولی غصہ کرتے چلے جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور دھڑک مرزا اور شہزاد پھر بزم کی طرف گھر چلے رہے۔

"کھار گوا ایک ایک دہی کو شہزاد نہیں۔ میں کچھ نہیں سن رہی ہوں۔"

ملفوظات مولانا عبدالحق دہلوی: جلد اول

تو اہل دینی کہتے ہیں نگوارے 'یہ تو سراسر اندھیر ہے' جی 'میرے طیل

تاریخ گوارہ ہے کہ کہیں جھپٹے ہیں، اچھے نہیں اور عید اقلیتوں کے سوال  
ل کرنے کے لئے ہی جھپٹے ہیں۔ خواجگے ان اقلیتوں سے۔"

میں تو کسی کو ضرور احتجاج کرتا چلے گا۔۔۔ اے ہے نہیں، ایک اور صحبت کوئی ہو جائے گی اور نیا کیٹھن بھانا بنے گا۔ گراہل دہیٹی۔۔۔

"آج کچھ اور سے ملتا ہو گا، اپنی ملت کوئی نہیں ملتا بھٹا۔"

"میں کو گراہل دہیٹی کا کچھ تو ملتا ہو گا۔"

"سرکار ہے گا، تو ہرگز نہ بچے ہوئی۔"

"کسی اہلدار میں کچھ تھا تو کہ ایک ایک کیٹھن پر ہاتھوں فرج ہوتے ہیں۔"

"اچھا تو کیٹھن میں چیلنے کے انگ سے پہلے چلے ہیں۔"

"نہ نہ چلے تو ملت میں کسی کی مت داری گی ہے جس کو توڑے کیٹھنیں

میں بچھا کیٹھن بنے۔ اب جو یہ اٹھیں، یہ کیٹھن بیٹا ہے تو۔۔۔"

"اے بی کوئی ذکر سوئی گا، نہ کچھ ہوں یہ اٹھیں کیا ہوتی ہیں؟"

"اکیلت لگا ہے قلم سے، یعنی کسی۔۔۔ جو قلم میں کم ہوں

باندھتی۔"

"اچھا تو ہیں کو، توڑے سے تو کس پر بیٹا ہے کیٹھن۔"

"سور کیا۔"

"تو کیوں؟"

"اس لئے کہ ان کی حق کلی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ علم ہو رہا ہے، انہیں

دو ڈکار نہیں، عزت، بھاری عزت۔۔۔"

"اے بی تو تم ہوش میں تو ہو، اے یہ کون گلی کی ہاتھ لگیں۔ ابھی تو یہ کہ

رہی تھیں کہ قلم یعنی کیٹھن کی تھوڑا کم ہو۔"

"ہاں، جیسے ہی جن، سلطان، بیٹائی پاری، تھوڑا ہی دسی۔"

"نا بنے، اپنی جہتی تو مجھے چلے ہیں اور کوئی دسی بھی کوئی نہیں۔"

"سلطان بھی کہہ لیں ہیں۔ بہت کم گئے پاکستان، ہندوستان سے ہجرت کر کے جانے

دھول کو وہاں ساتھ لے گئے ہیں۔ پاکستان کے اصلی باشندوں کے متعلق میں ساتھ تو

بہت کم ہیں۔ اکیلت تو نہیں رہ گئی، بھاریوں پر قلم لکھنے سے بچ گئی۔"

"میں؟"

"اے بی اکیلت تو لیزوں، کٹھن ہیں، کٹھن ہیں اور ہم ستاروں کی ہے،

تو ہے کہ نہیں؟"

"وہی اکیلت تو انہی کی ہے مگر ان اٹھیں کا جس کے ساتھ علم اور ٹائٹل

ہو رہی ہے جو ہے روزگاری، بھارت، بھاری کا شمار ہیں اور۔"

"ان کی تو اکیلت ہے اور تم کہ رہی ہو کیٹھن اٹھیں پر بیٹا ہے۔"

"اے بھلی کٹھن چلتی ہو، جس نے اپنی اٹھنے چلی جاتی ہو۔"

"اگر تم بھی تو چلتی ہو، بہت کمال بی جاتی ہو۔"

"اٹھار میں تو۔"

"اے من اٹھاروں کی بھلی چلتی ہے، اس لیے بہت با تم نے قلم چاہ لیا ہو

کہ۔"

"قلم کا ہے کہ چاقی، مٹانے چاہ کے تھوڑا کہ اٹھوں پر کیٹھن بیٹا رہا ہے

اور۔"

"اے دھان کو، اچھا چارہن لاکر ملک میں اٹھیں کے ساتھ چھٹائی ہو

رہی ہے اور اکیلت کہ لڑکیوں کی ہے، اب آگے چلو۔"

"آگے کیا چلوں کم بہت اٹھیں آئے تو برف لوں، چلتی میں کھینے چ رہے

ہیں۔"

"اے ہے ایسا بھی کیا تلف، یہ قبریں آباد تار۔" دونوں سے لفظ اپانی

بی کر اچان کھول کر پان من میں رکھے اور کوئی سے باہر بھاگے گئیں۔

"ایسا مسلم ہو اگر ایک دم ہم لوٹ گئی اور لی دی کے اسکرین پر لکھا ہے

"ہما کچھ،" "ہما دم کھنے گا۔ اتنی بھاری چلتی، قبریں اپانی چ گیا۔ دیکھنے میں وہ

تپے چاہتے اور سفید کرتے دوپٹے دلی ہوئی قلمی قلم کی لگ رہی تھیں مگر

چلتی میں بار بار چلتے بہت رہے تھے۔ دونوں توڑی بہت چمکی تھیں لگ رہی

تھیں۔ تھیم اور دھنی کی سی مگر چلتی کٹھن میں تھیں۔ توڑی بہت مگر بڑی بھی

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"دیکھ دو، خلیا۔"

کے حائے۔ جتنا کے چنگے پر بندوبست کرتے رہتے ہیں۔ کبھی سوز بھی  
دیکھتے ہیں۔ جیسے میں ہم تو کبھی بھر سے ان کا ہاتھ نہیں دیکھتا۔  
میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"ہاں ہے؟"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"ہاں ہے؟"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"ہاں ہے؟"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"ہاں ہے؟"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"

"میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ میرا کام ہے۔"



دیکھ بھال لیا، مدد ملنی نہ تھی۔ یہ ننگو جانوروں سے بھی بدتر تھے۔ انہیں شکاری کرنے کی اہلیت نہ تھی۔ بس بچے پیدا کرتے جاتے تھے جو مالک کی مرضی سے بیچے اور خریدے جاتے تھے۔"

"مالکدارانہ انسان تو شیطان کے ٹکڑے ہیں کائنات میں۔" ہم سب اس وقت میں اویس بکے۔ میں نے سوچا یہ ملک ترقی کر سکے۔ آخر میں ننگو آزاد کر دیئے گئے۔ لیکن ان کی وہی حالت ہے جو ہمارے ملک کے غریب طبقہ کی تھی اور ہے۔ اب بھی ننگو بیوی بچی حالت میں رہتے ہیں۔ دوسری جنگ سے پہلے امریکہ ہر طرح سے غریب تھا۔ محض بے روزگار تھے۔ اور ملک کی خوش حالی چھوٹا تھا۔ اب یہ امریکہ کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اکو۔ ہم کرنے والے کو اتنا دے کہ یہ لوگ کو خرید سکے۔ ہندوستان کے کنگال ریلوے کے لیے 'ٹیلی فون' سوزی گاڑیاں اگر عربوں کے پیسے تو خرچ کیے ہو گا۔ ٹیکری کیے چلے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کو لڑائی لڑنا پڑے۔ اور ان میں اتنا ہی کوئی نہیں جتنے امریکہ میں ان سمیت ہیں۔ دوسری جنگ کے بعد امریکہ میں خوش حالی کی رفتار ہوئی۔ صنعت کی دہائی چلی ہوئی تھی۔ ہر میدان میں امریکہ نے دنیا کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ہمارے دس کے دو گنا دست ملک ہے کوئی اس کی عمر کا نہ رہا۔ نو عمر بچہ اور دس امریکہ کیلئے غلام بن گئے۔ انجینئر اور ادیب سے تو امریکہ کو کوئی ملنا نہیں۔ یہ وہ تھا جنہاں مسیحی نے لٹل دیا نہ ملک فرانس اور انجینئر وغیرہ کے طبقے سے نکلے وہیں کے عکس طبقہ سے امریکہ کا دارانہ چھوٹا جس میں کیونٹم ٹانگ اڑانا رہا۔ کورا اور دت نام میں امریکہ کے دوست طبقہ پر برتری جیتے گی۔

انجینئر کے پاس تو ان کے پاس سے سہارا اڑا تھا۔ ہر جنگ میں آگے آگے گولہ باری کا فائدہ اٹھاتا تھا۔ امریکہ کو اپنے ڈالنے بیچہ ہے۔ مگر لوگ طبقہ کے فوائد اٹھا رہے تھے۔ وہ میدان طبقہ اور ننگو سمجھتے تھے۔ امریکہ بھی ایک عجیب و غریب ملک ہے۔ وہاں کو لڑائی بھی ہیں نہ اپنے ملک میں لکھن سے بچے کیلئے دوسرے ملک میں کیلئے کے طور پر ترقی پاتی رہے ہیں۔ عام طور پر ہمارے ہونے

اول بات تو یہ ہے کہ پہلے دہائی والے ایک دوسرے کو کھینچ رہے۔ اپنی رعایا کو کھینچ رہے مگر وہاں بدنامی شروع ہو گئی۔ کھینچنے کے نتیجے میں ان کے ہاتھ سے ملک وراثت کرنے گئے۔ ان ملکوں کو کونا ہندوستان کو اسی کونا ہندوستان نے کھینچ کر نہیں لیا۔"

"اب بھی یہ بات تو ہے۔"

"مگر وہاں سے انجینئر کے قبضے سے یہ ملک آزاد ہوئے ہیں۔ انجینئر کی دور رس و حکمت عملی ہو گی انہیں کیلئے کوئی ملک نہ رہا۔ اس جنگ نے تو ہاکل کی طبقہ غریب کر دیا۔ گھڑے اگر یہیں کا۔"

"اور امریکہ؟" لیے غور سے دلی ہو گئے۔

انجینئر نے امریکہ وراثت کیا۔ پہلے وہاں دو لوگ بیچہ جنہیں کالے پانی کی سزا دی گئی تھی۔ امریکہ کے اصلی باشندے دیہاتیوں سے ان کی ہتھیں ہو گئیں۔ بہت بری طرح بچے مگر انجینئر کے پاس بھجوا دیے۔ اس نے اپنی فوجیں بھیجیں۔ اور ہمارے عہد کے بہترین 'ہم' کے ننگے امریکہ کی طرف دوڑے۔ دیہاتیوں سے ملک جیت کر قبضہ کر لیا۔ انہیں ہمارا کرشمہ کر دیا۔ آج دو لوگ ہمارے بیچوں پر ہمارے کوئی پائپوں کی طرح رہتے ہیں۔"

"سے تو کیا امریکہ اگر یہیں کا ہے؟"

"حقاً مگر وہ جنہیں نے امریکہ پر قبضہ کیا تھا۔ انہوں نے اگرچہ حکومت سے حکومت کر کے آزاد ہو گئے۔

مہادی طرح؟"

"ہاکل ہادی طرح مگر امریکہ کو سب سے مزید ملے۔ بلکہ ہر ادب کے فقیر اور ہمارا بلکہ وہ افراد کے کالے لوگوں کو بچا لائے۔ ان کالے لوگوں کو وہ ہاکل جانوروں کی طرح دیکھتے تھے جیسے کتوں کو تپ دیتے ہیں۔ ننگوں کو دانہ دیتے ہیں اور ہر دلی سمجھتے لیتے ہیں۔ بلکہ کتوں اور گھوڑوں کی حالت ان سے بہت بہتر ہے۔ ایک تو بہت بہت سے آہستہ تھے دوسرے کتے اور گھوڑے جتنی ہوتے ہیں ان کی

”بس کے مد میں نہاں ہے جو پرگے نہا میں فربہی جا سکتی ہیں۔“

اے ہیں توہ کچھ "اس کی ہوائے نکلے" ہے شرم۔ اے افسانہ میاں کے نگہ



ہے سونے کے ٹکڑے کس نے چھائے۔ سونے کے دروازے قفل کے ٹکر چلی حصار  
پاشی بھول جاتی سورتوں کس نے جانیں؟ یہ ان نگاہوں نے چھائیں جو ہے  
کوئی جہر طرے دنیا کی نصیحتیں سمجھتے ہیں۔ اب آپ نے دیکھ لیا ہے! خواہ  
کے لئے۔"

"ہاں احماتی ہزار دہے تلی ہوں۔ جب چر دے چوہ ہزار انشاء اللہ بھیج دوں  
کی تو دیکھ چھ جائے گی۔ بھولی دیکھ لی ہے بولی تمہیں میں چر حق ہے۔"  
"آپ جانیں گی، ایک چھائے؟"

"نہیں بھری ضرورت نہیں، ہمار صاحب سب انتظام کر دیں گے۔ میں تو  
اگلے مہینے انشاء اللہ شارجہ چنے کے پاس چا رہی ہوں۔ وہیں سے راج بھی لٹھ کے  
کرم سے ہو جائے گا۔"

"شارجہ سے تو ہدیہ دیکھ کے باقی مددیں بھرا لیگیں گی۔"  
"ہاں، کچھ شہت بھرا دوں گی، اسرار سوان کی تو کئی کیلئے تو دیکھ کی شہت باقی  
حق انہوں نے ذہنی ہزار کیے، باقی میں جا کے سمجھ دوں گی۔"

"مٹھ مبارک کرے۔" ہم میں نے سہا خواہ بھری کیا نہیں گے۔ میں اجیر  
مٹی تو آئندہ جائے کا قریب سارا سطر کے ہے۔ وہاں پھلوں کی ہمار میں کیا مددیں  
طریق ہوتے وہ سطر نے دیے۔ اڑکی ہاں میں قفل سرچ رہا کہ درگاہ میں داخل  
ہوئی۔ زمین تو ہے کی طرح جل رہی تھی اور مجھے دوزخ کا خیال ستا رہا تھا جیسی  
بھرتے نگاہوں کی سڑائے گی۔ ہمار حصار چھائے وقت میں نے زہر لپ خواہ  
سے درخواست کی کہ یہ کیا وہ دے پھلوں کے سطر کے حساب سے میں بیج کر  
لیں، ویسے تو وہ غیب میں ہیں، مگر انہی خیر کا جوہر بلا کر لے کیلئے عرض خدمت ہے  
کہ بندی کے کھائے میں بھری چک سے کچھ چڑھایا تو۔۔۔ تو کچھ زیادہ فوری تو نہ چڑے  
گا۔ ایک آدھ انچاری کی لٹھڑا ہو جائے گا۔ دوزخ کے پلہاتے ان سطروں میں حقیر سا  
بجھا ہوا کچھ کا انکار کوئی ساتھ ہمارے گا۔

نہیں سوا میں جنت میں دوزخ کی سطروں اور دھوکے عمل کی مسودہ نہیں

"مذکوری تھے۔"

"مسبہ لگا رہی۔"

"اے بس بھرتہ اس قفس کو رہ پو گیا۔ ہاں وہ بات تو ملی ہی تھی، کہیں  
کی عملی کڑھ بھرتہ پر یہ کہیں بیٹھا ہے۔"

"ہاں، بس بیٹھا ہے۔"

"بھرتہ ہو گا؟"

"تو ہی ہو اور کیشنوں کا ہو۔"

"میں چر بھرتی ہوں، کہیں کوئی ہی بات معلوم کرنے کے لیے ملے، انہم  
نہیں ہے معلوم ہے یہ سب نالے کے طریقے ہیں۔ دنیا میں کوئی جنگ مذہب کے  
لئے نہیں لڑی گئی۔ ہر جنگ میں ذر زمین پر جتن کا سوال تھا۔ آج بھی ہندوستان  
کسی دھرتی سے جنگ چر جتن تو نہیں کر سکا اس لئے اسے ہی ملک کے گزروں کو مار  
کے لیجیں، بھرتہ لٹھا ہے۔ عملی کڑھ میں وہ زمین بھری غریب مسلمان رہتے تھے اور  
ہر گن رہتے تھے، بہت نصیحتیں قفس بہت کھا لٹھ کے بندوں نے بیچے سے انکار کر دیا،  
بس لیجیں لی۔"

"بھرتی تو نہیں۔"

"مور پھینکے دانے کے سرچ بیجک ہوتے ہیں۔ مار دھا کے بعد اور بھی  
آسانی سے جگہ مل جاتی ہے، کچھ کیے گھر دار لے لے لے کر بھاگ جاتے ہیں۔"  
"مور اپنے گلوں میں جانتے ہیں، میں ان کی اکثریت ہو مار کھڑو رہیں۔"  
"کھڑو خاک رہیں، ہاں مارنے والوں کو آسانی مل جاتی ہیں۔ سب کے  
سب ایک جگہ چر ہوں کی طرح مار لے جاتے ہیں۔ جیسے یہودی ایک جگہ مل کر  
رہتے ہیں، انہیں بہت آسانی ملے، ایک جگہ بیج کر کے مار لیا گیا۔ وہ ایک ہی  
بات ہوئی۔"

"خدا کچھ ان ظالموں سے کہنے چاہیں، ان کی بہت سزا۔"

"خدا ان ظالموں کی عملی میں ہے۔ ان کی مسجدوں اور مندروں کی بنیادوں

کے باہر دیکھتے تھے۔ نہیں میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں۔ ہر جیسے میں  
 انھوں سے اوچھل ہوئے والی ٹوپی پہن لوں گی۔ کوئی مجھے نہ دھمکے سکے گا۔ میں کسی  
 کے ہاتھ نہ چھوں گی۔ مگر ہر ایک دم مجھے ایک عام آدمی کی ہمت یاد آئی۔

"میں چپ رہی۔"

سب سے پہلے انہوں نے کیا سنوایا ہر حملہ کیا۔

میں تو کیہ سٹ نہ تھا۔ میں چپ رہا۔

پھر انہوں نے قریب یو ٹیوٹیاں پر چھاپا مارا۔

میں تو قریب یو ٹیوٹیاں میں نہیں تھا۔ میں چپ رہا۔

پھر انہوں نے سودو جی پر ہاتھ مسلط کیا۔

میں تو سودو جی نہیں تھا۔ میں چپ رہا۔

پھر انہوں نے کیسٹو لک پر چوٹ کی۔

میں تو پورے لائنٹ تھا۔ میں چپ رہا۔

پھر انہوں نے میرا ورداؤ نکھٹایا۔

اس وقت تک سب وہاں بند ہو چکی تھیں۔

کوئی پوچھے والا نہ بچا تھا۔



کہ مجھے ٹی رہیوں ملائی نہیں آتا۔

"ہاں تو بہن ہے آپ اکتیوں پر بھی نہیں دھتا ہے۔"

بہن آپ کو تو دھمکا کر ملے ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ چیف کنکڑ لطیف ہیں۔

چیف انہیں یہ ایت اند ہیں اور اس سے پہلے مولانا خزانہ تھے۔ ڈاکٹر ہاڈر نہیں تھے  
 اور۔ ہر گاہہ کی جی تو۔۔۔"

اور چیف الرحمن نے خدا جانتے نہیں بھول چک ہو گئی۔

"ایک ہاتھ تازہ نہیں یہ ہمارا پاکستانی ہیں ڈاکٹر دیکھی؟"

اسے بھی میں اندہ ہادی کیا چاہوں کون کون ہے سب اندہ کے بند سے ہیں۔

مگر میری طرف متوجہ ہو کر بولیں۔ "نہیں بیٹا ہے تو کچھ نہ کچھ ہو گا ہی۔ ایسا کچھ

ہو سکتا ہے کہ میں۔ کوئی اندہ میرا ہے؟"

"میں تو کچھ ہی ہاتھ کا بھگتتا ہوں۔ اندہ نے چاہا تو کیسٹوں کی دھمکت

لگتے ہی سب کا سب اندہ ہادی کا پانی ہو جاتے گا۔"

"تسلسلہ جس میں کچھ شکرا۔۔۔ تو کون اپنے اپنے چوٹی پر اطمینان طاری

کر سکیں گے؟" "نہیں۔ اتنے میں کسی نے بھارا۔"

"آئی؟"

"جی۔" "بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ پریم گلو کو چار میں سب ہی کہتے

ہیں۔ گلوٹل نکھٹا ہے اسے روا پر ہی دھتا ہے۔ میں نے اسے نکھٹا۔

"سٹر اہمیر لے کی جی۔"

"نہیں جی سٹر؟"

"رات بھر بچے کو غار رہا چاہی رہی ابھی سوئی ہے اور کچھ کھات کھات میں۔"

اور کچھ کھات کھات میں کر کے وہ کیا تو وہ توں یہاں مجھے کچھ کچھ انھوں سے دیکھ

رہی تھیں۔

"کب تک ہیں؟"

میری کچھ میں نہ کیا کہ اپنے دھمکا اور ام کس فرق پر قصوں میں کوئی



اب انہوں نے اسے ذوقن کے قتل میں اور گر جڑی بوٹیوں میں بھانے  
وے تھے پانی سے یا دیار دھویا۔ صابن کے بغیر صرف پانی کی دھوا سے قتل کی چھٹائی

اپنی آپ پر سے اصل کھانی شروع ہوئی۔ عالم صاحب نے نوسہ دہلی کو

منہ تلے میں سم چاٹی کی کی نہیں، ایک ہونہ اس زمین کے بونہ کو "دریغ میں  
جھونکے کے لئے کافی ہو گی۔"

تیکم خواب سنبھلی رہیں۔ پاؤں نہ ہٹکے۔

"مجھے شب ہو ا تھا خواب تیکم اگر جان کی لہن پاؤں تو عرض کروں؟"

تیکم خواب کی سسکیوں طول پکڑنے لگیں۔

پندرہ برس پہلے۔۔۔ خواب حضور کی بھولی بات تھی "ہاں نہیں کہہ دی  
تھیں۔ کل سرائی علیین داہری میں تھیں اور خواب تیکم کی دھڑکنی ہوئی بغیریں گلوں  
کے ساتھ شہیدے پچھنے پچھنے جگہ تھے۔ خواب بھلور انیس بگہ کر اور تھیں سونہ کا  
منا ہونے لگے۔ فزون پر فزون ہے جتنے سمندر تھے بدھری پھانسا سونہ مار لیجئے۔  
انہا سب بڑب کر جاتے۔ نئی قابل سامنے جاتی جاتی "دو چار سینے میں اس سے دست  
میں اچھا رہا پیدا ہونے لگے۔۔۔ تھکی ڈاکریں آتے لگتیں "فورا" "دوسری دلش کا  
انتظام ہو جاتا۔ خواب تیکم کو اس بات کی کوئی شکایت بھی نہ تھی کہیں کہ خوابوں کا  
میں دستور ہوا کہ آقا خدا طوفان کے واقعہ بزرگوار کے قوت دہن میں تو دلایت تک کے  
عرض تہیل آتے جاتے رہتے تھے۔ دھواؤں میں من کے ٹیسٹ اور پتلی کی دھاک  
بھگی ہوئی تھی۔ ویسے من کی سونہ چڑھی جھٹی طوا سونہ کی کیا سہوا کہ کو ہو دو ج  
بھر ہوا کسی کو نہ ہو نہ۔

مگر خواب بھلور ڈاکری کی کی پٹ تھے۔ من کے سب امت کی حدوں کو پار کرتے  
ہوئے چار پر تیکم کا فون کھل چلا۔ خواب بھلور اڑ گئے۔ وہ بھی اڑ گئیں۔ تیکم تھر  
تھار پر اڑ آئیں اور من سے پردہ کر لیا۔۔۔ اب وہ من کی خواب بگہ کی طرف نہیں  
ہلک سکتے تھے "ویسے جشن مجلس کے موقعوں پر وہ قیل قیل دھیں ہے ہونے  
واقعی گم زوں کی طرح۔

خواب بھلور کی بدلی سے۔ وہ اڑ گئیں تو پونے ہزار میں جا گئیں۔ انہوں نے  
اور تھان کر لئے۔ جب تک وہی جسم ہوئی جیش بارگ میں رہتی۔ جہاں وہی ہوئی اور  
نی سے اتنی "مغل سراج پٹھان رہا جاتی۔ تھوڑے دن پہلے کھائی "مل کھائی بھر پھر من

چھڑانے میں بدھت اور وقت صرف ہو "اس کا تو بگہ صاب ہی نہیں۔ بھر کھسا ہوا  
مندان اس کے انگ انگ پر مل کر چڑیاں بھٹکی گئیں۔ "دانا ہل سوچتے سے  
آکھانے لگے۔ بھر اسے چنلےں پر چپکا ہوا کورے دھلے میں سکھ کا آڑا پاجامہ اور  
خیم کا درکار کرتا پستانا گیا۔ اس کے پاؤں کے پھلے ستور کر کار پٹی ٹوٹی نکلی گئی۔  
سوتی جڑی چوڑے گریبان کی صودی اور سکی کی سوڑی پستانا گئی۔

جب مٹی چلوں کے گہرے لے خواب تیکم کی خواب بگہ میں پہلی تو وہ نہ  
ہیں نہ بھیں "ہیں کم کم دھکیں گئے پر مٹی کھانے اسے دھکی رہیں۔

"ظفر خواب۔" جڑی مشکل سے من کے ہونٹ سسکی میں چلے۔

گہرے کے بھر مٹی نہ رہا تو وہ کر گھوں کا قند لب سے پڑی نہ۔

کاچنے ہونے سے سب سے ہاتھ۔۔۔ انہوں نے سونے کے پھلوں کو پھوڑا۔ کھینچی  
پر سٹرا بھار سا راز دھاقا۔ "کے کی اٹلی بھٹی ہوئی رشاد کے بھورے تل کو چوستی  
ہو تلوں پر کاچنے لگی۔ چکا کا کا کور انہوں نے مٹی میں سونہ پھرا کر ایک تو  
بھری۔

"ہاتھ ہو۔" انہوں نے تھوڑا کھونٹا۔

مٹی کے ہاتھ سے پھلوں بھرا قند پھوٹ چلا۔ خاتم صاب نے جھک کر  
اسے لہو کا راز اور وہ بھر سے چڑی لگی۔ اٹلی کے اشارے سے انہوں نے اسے  
دھان کیا اور پھل اٹھانے لگیں۔

"حضور! خاتم صاب نے خواب تیکم کی چوڑی سے لٹ جٹلی۔

"فارت ہو۔" خواب تیکم جھک چیں۔ مگر خاتم صاب فارت نہیں ہو گئیں۔  
"جی پی ہر تک گئیں۔ اور ہوئے ہوئے تیکم کی پڑیاں سوچے گئیں۔ خواب تیکم  
سنبھلی رہیں۔ انہوں نے پاؤں جھک دیے۔ خاتم صاب نے زندگی بھر پہاں کے  
پھلے سہر کر گزاری تھیں۔ وہ بھی وہیں۔

"گوندی سے خطا ہوئی تو ہی۔ ہم خاموش باتوں کو ہم دیکھ کر مغل سراج  
کے سٹون سے ہاتھ کر سرائی کئے پھر ڈوبے جاتیں۔ یا ہم فرائیں تو پانی کے

چاہیں تو جو جس سے چاہے اسے رو جائے۔ چہرہ پر ہیبت، الف و کاف و سب کو اصرار  
 تھا۔

جب غصہ مہاں بننے پر آئے تو انہیں وہی دنیا کا ہوش نہ رہتا مگر گر پڑتے۔  
 بہت زیادہ بننے پر حکم نواب کے اوپر آگرتے بھی باہل ہی گنڈ ہو جاتے۔ بڑی  
 مشکل سے حکم ان کے پرے اتار کر بتاتیں شہنی، شرارت تو ان کی عادت تھی۔ بچہ  
 ہی تو تھے۔ ارا دار ہی سو نہیں بھرتی ہیں۔۔۔ وہ بھی شاید بار بار سوئے ہوں گے۔  
 سر پر آنکھ تو ڈال کر دکھا ہوا تھا۔ باہل صوں کا کپکا سونا سر پر ڈھیر تھا۔ دانت کچکا کر  
 نواب دیکھ کر سر پر ہلکے پکڑ کر دیا تو انہیں کچھ غلطی نہیں سر کو اٹھاتے ہیں کہ ہانک  
 دے اسٹ! یہ کھیل صاحب ڈانٹنے نے آگے کھول کر سب ہی کو کھیلتے دیکھا تھا۔  
 چندوں انہیں میں تو جتنیں نکمہ نہیں باہر تو کر چاکر کھلی کھلی ہائیں رستے۔ آتی جاتی کا  
 بکنا بھرا ہوا کلا فوج لہا کر کھسکتی تھی۔ صاحب ڈانٹوں تو انکے تھک جاتے جانت کر پائی  
 جاتیں ہاں تو بڑیاں گوری میں ہی جھکتے سے نکھارتیں۔

وہاں دیکھنے کوئے کا کون تھا۔ غصہ ملی کوئی گستاخی کر بیٹھے تو بڑیاں غصے  
 لگنے لگتیں۔ نواب حکم کا دم لوں پر تہا۔ کبھی گھڑک دیتی، کبھی جان بوجھ کر  
 انہاں میں جاتیں۔ مگر جیتنا جیتی سے بات آگے بڑھنے لگی تو وہ فوراً "بندہ بندہ کر  
 صحت جاتیں۔ اور نواب بلا ملاطہ ہو جاتیں۔ انہیں بے قاعدگی سے سخت غرت  
 تھی۔ پہلی گوندنے میں اگر مانگ میں ایک ہل بھی لومر کا دھور ہو جاتا تو بے کل ہو  
 جاتیں اور ساری رات گھٹے پر سر پھینٹیں۔ ان سے بھی کوئی غلوش نہیں ہوتی۔ گھٹے  
 کی بدلی تھیں "پھٹنے کی شراب نہیں تھی۔ مگر غصہ مہاں غصہ کل کے ٹوٹنے۔  
 دھڑ دھڑ پڑنے لگے۔ بھوک لگے کھانا پیاس لگے پی لو "خند آئے سہاوا۔ انہوں نے  
 بھی سیکھا تھا۔ حکم کی حد بندیاں پر اٹھ ہو گئے۔ نکلیں کھینچیں تو انکاڑی بچھاڑی  
 تھلنے لگے۔ چند صاحبین کی دانستے سے اور دھور کھار کے لئے چل دیے۔ حکم کی  
 دنیا آلا گئی۔ گل سرائیں موت ہی ہو گئی۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ صاحب ڈانٹے  
 چاندوں بھانڈوں پر موتی بدل رہے ہیں۔ ایک دھو موتی، کبھی کی صورت میں المیز

کر چپ ہو جاتی۔ حکم کا رجب اپنی جگہ۔ وہ اتنی کلان کی فرست میں داخل ہو کر  
 محل کے ایک کونے میں اپنی بھولی سی دنیا بھاگتی۔ بھاری دھڑکی کے دن پارے  
 ہو جاتے اور وہ بھی آجاتی۔ اس کے بعد اسے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ ویسے  
 تو نواب بداد کی بھولی سی ساری دنیا بھاگتی تھی۔ مگر ان کی عزت فوراً  
 سات کلوں میں قید کر دی جاتی تھی۔ رشتہ دار ملے آتے تھے کھانے پینے کی افراط  
 کیزے دھار کے اندر۔ لیکن موتی کی ہواں تک سے محروم۔

کبھی کبھی کسی پرانی بھولی کی کوئی بات یاد آجاتی۔ نواب بداد اسے فوراً  
 طلب کر لیتے۔ نگواڑی کے خوشی سے ہاتھ پر پھول جاتے۔ باقی بد نصیب اسے ہی  
 غصہ کر پائی کی ہاوس میں جانے کی چاروں کرتے دیکھیں تو انہیں بھولا کے دورے  
 پڑ جاتے اور عالم صاحب اپنا غصہ صندوچ لے کر دھو کو دے دیتے۔

بار نواب بداد نے بڑی حکم کو بھی دعوت بند کھینچا۔ مگر حور سے اپنے  
 بد صاحب کے غم پر وہ بڑی باندی سے باری باری سب بڑیوں کو ان کا حق دینے کو  
 تیار تھے مگر بڑی حکم نے نصرت گستاخی سے اپنا حق کھرا دیا۔ انہیں برس کی مجموعہ  
 سسکتی بھولی کا ہزار افسانے دھناتی بلی ہادی تھیں کہ غصہ بھولی غصہ ملی جس  
 دانستہ جانے سے پہلے کھار دلا کر دھن میں ریاست میں آٹھ۔ رشو کے بھولی  
 تھے۔ تین سال بھونے تھے۔ تھو بہت واضح ہوئے تھے۔ نواب حکم کے چنگ بھولا  
 دے۔

کیا لگاتے "میکے دن تھے وہ بھی! دھار چلائی ہو رہی ہے سناگ بھرے  
 جارہے ہیں۔ تپا دھالی "بار کھلی سے ہی جارہیں۔ بھئی ہے کہ بھرتی میں کوئی  
 پڑتی ہے۔ نواب حکم کی ساری بے رخی بھولا ہوا خواب ہو گئی بھین بوت کر نکلے  
 لگا۔ بھولا بھولا قاتلے ہوئے۔ چار ٹوٹوں کو حکم دیا جانا کہ وہ ایک دھڑکی  
 کو لگا۔ جو بھیت کی سونے کا کلازا جلاو وکل انصاف میں پائے گی۔ اور بلی چڑھیا  
 نامرادی ایک دھڑکی سے وہ کھسکتی بھئی کر پڑتے پڑتے آسو لگتے تھے۔ کچھوں کی  
 دھچکیں اڑنے لگتیں۔ لوبان ہو جاتی۔ انہاں کار جسم پر بس پاجامے کا تیز اور

صاحب پر شمار کے ہون میں لانا۔ شریک ہوتے تھے۔

نواب صاحب کے جرم میں نوابوں پادروں کے علاوہ سزاوارہ بیویاں بھی جھس جھسکی ہیں کے تھان میں رہ چکی تھیں۔ شرعی کی رو سے ہمارے شلوہوں سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان میں سے نواب حکم کو وہ طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ ان کے بھائی بہت ہراس اور بیعت کے فیصلے تھے۔ اس نے ان کے علاوہ تھیں اور تھان میں رہتیں۔ جب کوئی بی بی جاتی تو تھان میں سے جو سب سے زیادہ لالہ تھیں ہوتی اسے طلاق دے دیتے اور وہ دہلی جتنی کل سراسر پہچاڑی جاتی۔ اسے باہر جانے یا دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ دیکھو وہ بچے کی امیں کوئی کی نہیں تھی۔ ان سو کی صورت کو ترستی تھیں۔ بزار پادروں کے باوجود اور اور لکھنے میں بھی کامیاب ہو جاتی تھیں نواب صاحب کے جرم کے عزم کے مطابق وہ سب بیویاں کے حق کو ذیبت پادری پادری سے بچتے تھے۔ وہ ان کے ایک بیوی کا بارہ کھانا تھا۔ اس میں سے بڑے بڑے توڑ پھاڑ کرتے۔ پادری دھو جاتی تھیں۔ یہ پادری ذرا بگڑی کرتی۔ اللہ اللہ اس کی پادری گھنٹہ کو بچتے۔ نواب صاحب بے ہارے کو تو ٹھیک طرح یاد بھی نہیں تھا کہ کوئی بی بی تھان میں ہے۔

کسی بات پر اہانک کسی کھیل بی بی کی بڑا اٹھتے تھی تو نواب صاحب بے قرار ہو جاتے۔

"اسے بھی کچھ فوری کو حاضر کیا جائے۔"

"جانی پادری کو تو طلاق فرما دیجئے۔"

"ہاں نہیں۔۔۔ کب؟"

"سرکار! وہ تیسری دنیا کے بعد جب فروعوں نواب سے ملے فرمایا تھا۔"

"اچھا اچھا۔" نواب صاحب کو یاد آگیا، "کوئی مضائقہ نہیں" ملک خوار تو

کندہوں کی کوکھ میں جہوہ الطور ہو گیا۔ ولایت جانے کا وقت آیا اور وہ رخصت ہوئے لیکن ہوائی ہمارے کے مہلے میں فتح ہو گئے۔ حکم نے برسوں پہلے پہلے ماتم کیا۔ اگر اس دن انہوں نے ہفتہ میاں کو دھکا دیا ہو تا تو شاید یہ سوئی نہ کی چاہی کہ کوکھ کو برباد کر دے۔ یہ تو ان کی اہانت تھی جس میں اب حیات ہو گئی۔ تو کیا بھی ان کی کوکھ میں؟ کوکھ میں؟ کیا کسی کی مرنی جا کر وہ سرے کے ڈارے میں اڑا دے؟ آئے تو مرنے کے مالک کا اس پر حق نہیں دیتا؟ بچنے کے لئے انہیں کیسے کیسے بچھڑے جانا ہے۔ محروم ہیں اور تھانوں سے انکار کر تھیں کی دنیا بھائی۔ دھمی دل نے مرم جانا اور لایا۔۔۔ جیسے بھی اپنے دلم کو مرنے کا کر چتے تھیں پہچانتی ہے۔

مردی نے سہا تو غراپا تھیں ہے۔ شکر، پچھنے میں بچ کر کہیں عورتیں اسے

کسی کرم کا نہیں دیکھ گی۔"

"ہاں اپنا تھیں ہے!" نواب حکم کو یہ بات جی پادری تھی۔ لوہ سے برسوں کی دلی دلی ستا بہت تھی۔ انہوں نے بھی کو انکار کیسے سے نکالیا۔

حکم پادری کی طرح بھی کے ہانک جاگ اٹھے۔۔۔ بھی سے اسے گفت پادری کا دیا گیا۔ وہی پادریاں جو لکھا تھا کہ اس کی گت پادری تھیں۔ آقا۔۔۔ چلی سہا نے اس کی خدمت گزاریاں کرنے تھیں اسے سنا تھیں دھان میں۔ کھجی چلی کرتی۔ نواب حکم کی رائے سے اسے سزا کی طرح سنا تھیں۔ اور اس کی قسمت پر دلک کر تھیں کہ کاش صاحب ڈارے ان کی پاؤں کے صہان ہوتے ہوتے۔

گفت پادری اعلیٰ جانے پر تعلیم اور تربیت ہوتے تھی۔ طلاق سکھایا جاتا۔ وہ جی مستعدی سے ہر کام پر جت جاتی۔۔۔ اعلیٰ طرح جیسے کھان میں غرق خوش اپنے خفا کرتی تھی۔ جانی کڑھائی تھیں۔ تھج سوار پر جس سراسر کار دھن جاتی جاتی۔ وہ پادروں کے غول میں لی کر کل سراسر اٹھا تھیں۔ سدان میں بھولے پڑتے۔ دھالی پر چن انہیں ہوتا۔ محرم پر قورے دگے ہاتھ تھیں۔ دھیت میں انکھیت بندوں کی تھی مگر سب ہی سوار دھوم دھام سے ستائے جاتے۔ نواب

[illegible]

ان سے قصوں پر لکھنے والوں کی فرستیاں کاٹل دیں یہ امر کی قصی خوب  
 طرح 'گائے' سوانح اور کشم کشم بچاڑ ہوئی۔ مقصد نواب بہادر کی توجہ دانا ہے کہ ایسے





مکی تو وہ؟ انھوں نے کہنی کا ٹکڑا کھڑکے سے کل ہی چڑی تھیں، مکی نے ہلکا ہوا ہوا کیا تو انھیں کھول کر دیکھا اور سوچ کر اٹھ بیٹھیں۔ مکی ان کے 10 چادر کی ایسی بادی ہو چکی تھی کہ اس نے ان کے منہ نہ دیکھے۔ اپنی دھن میں راست کے طرفانوں کی تحصیل جان کرنے سے وہ وہیں اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔

حکیم نواب نے چنی پکار کر اس کا سراو چاہا۔ پھر ان کے ہاتھ کانٹوں کی طرح اس کے دھور کو کھرچتے گئے۔ ایک ایک دھار انھوں نے وہیں سے مسل ڈالا۔ کپڑے ہار ہار کر دے اور پھر اسے طرے طرے لگانے کے ان کے انھوں میں خون چھلکا۔ پھر اسے مار کر انھوں نے اسے دور کر دیا اور ان پر ہلکا کا شیعہ وہ چڑ گیا۔

جب خاتم صاحب نے اگر اطلاع دی کہ شگفتہ ہار دیکھی جا رہی ہے تو آئی ہے بھی مکی قحی تو وہ دوبارہ زندہ ہو گئیں۔ انھوں نے اسے مار کر اس کے سوتے ہونے کھڑے ہ اپنے نرم رجم جیسے ہاتھ بیکرے۔ مندرجہ دیکھا کہ اس سے دو مکی دے دیں۔ اپنا ڈھیروں زہار اپنے انھوں سے پستیا اور ذمیت مکی مکی مکی چھینے لگی۔

چنی دیر تک خاتم صاحب سے سرواڑ کر سیکھتی ہوئی رہی کہ اگر شام کو سرکار نے اسے پھر یاد فرمایا تو کیا بھانٹا جائے۔ نیوٹن پھر دی کا بھانٹا چند روز چل جائے گا۔ پھر کیا ہو گا۔۔۔ دیکھا جائے گا۔

شام ہوئی اور سرکاری سوز تو سخی۔ حکیم نے فرود اس کو جو انھیں ہے وہ چادری قحی کا ستارہ کر دواؤں کھڑا۔ اسے ہر طرح کی کھدیں کر دی تھیں مگر فریڈل اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی لگی۔

نواب بہادر مکی بھانٹے میں آنے کو چار نہیں تھے۔

اسی دم اطلاع جنگ ہو گیا۔ نواب حکیم نے کھلی بھارت پر کربا ہادی۔ چاہے مشرہو جائے منکرہ اپنے اعلیٰ جانوں کے مقدس خون کو سواری میں فزحانے کو چار نہیں۔ پہلے تو سوال و جواب دونوں طرف سے اہل کاروں کے درجہ پہلے رہے۔ نواب بہادر حکیم نواب کو سمجھا سمجھا کر پار گئے مگر وہ اپنی موت پر قائم رہیں۔ نواب

انگوٹھیں بہت کر پار پار، نکالی تھیں۔ اب اٹھنی کا کھیل ہو رہا تھا کھڑوں میں سے ایک اسے اٹھنی پائی میں پکار کر دکھاتا اور جب وہ اٹھنی لینے لگتی تو چنگی کھل کر اٹھنی کھڑی کی گود میں ڈوب جاتی۔ مکی اٹھنی کی کھوج میں ہاتھ بادی اور سطعات میں کھڑے ہونے لگتے کو لپکتے تھے۔ وہ چنی چنی جہاں انھیں کھول کر بیٹے دھوں کو دیکھتی۔ مذہب جسم کے ٹوٹے ڈالنے میں کی کھ سے کون کھل جائے یہ ناگہانی ہی تو سارا لطف پیدا کر رہی تھی۔ جب کوئی اظہار لینے کا قصد کرتا تو وہ جوں کی سنبل لگتی اور مصلحت لوٹ پرت ہو جاتی۔

نواب بہادر تو مدد ہی دے دیا کرتے تھے۔ مذہب کے پورے مکی تو بھگن بلی بھگن کے مقدس سہوں میں کوئی قول یا فعلی پھیر دیتی اور سرکار کی دھن میں خیر اثر آتی۔ لگانے کا رنگ اس کے کانوں میں لوری میں چاہا۔ مگر آج مکی کی شہریوں نے مصلحت لینے ہی نہ دی مگر مکی بھنڈی ہوئی تو قحی سرچھکی کے پاس لگا دیتے تھے سو گئی۔

انکسار مصلحت سے بڑا چڑ گیا۔ ہاتھ دہری میں ایک ایک کر کے سب مصلحت مکی ہو گئیں۔ مکی ہر دے بھٹ گئے۔ بظاہر تجھ ہو گیا۔ بیچھی نے اٹھنی انگوٹھیں کو کرنے سے روکنے کے لئے مصلحتیں ہاتھ کر توڑنے کے لیے رکھی تھیں۔ نواب بہادر نے اپنا بھاری جہاں مکی پھلائی پر دھڑکے دھکا چاہا منکرہ سوسے کی طرح ہے ہوائی چڑی رہی۔ انھیں اس کی ہر کھلی چڑی پند آئی۔ چھہ ہر کے کو بھڑکھڑکاتے دیکھ کر بھوک لگنے لگی ہے اسی طرح مکی کی مٹھنیز کا ہاتھوں پر بھی پٹے گا۔ ہر سب بھڑکھڑ سے کی کھ پٹے وہیں منہ پر ڈھیر ہو کر سوتے۔

دستور کے مطابق اعلیٰ حضرت کے پیرا پورے سے پہلے ہی ہاتھ دہری کی صورت بدل گئی۔ راست کے پہلے پہلے پہل مس مکی کے بھڑکے لگے دھڑکے ہونے پھر ذکر پاگل بند کر دیا گیا۔

جب مکی سر سے پاگل تک سوتے اور ہوا ہرات میں اپنی آہل میں اشراف کے قونے اور پار پار انگوٹھیں ہونے تو مذہب حکیم کے خسر مکی مکی کی

ہمارے اصل صورت حال سے نواب ہمدرد کو آگاہ کیا ہے۔ جب حضور دلا کو معلوم ہوا کہ وہ دو گونہ گار علیا حضرت نواب جگر کی ملکیت پہنچی مونس بولی جی ہے اور شیشی خانہ ان سے ہے تو وہ خود ہی دیر کے لئے چلے کر رہ گئے۔ نواب حکم کے مانگے سے وہ گئی کاٹتے تھے۔ ان کے دونوں سامنے احتمالی خون طرار حم کے تھے۔ مگر پھر غور واری اٹھنے لگی۔ اجماعاً نواب حکم سے مگر ہے۔ دماغ پر بہت زور دیا حکم کی کوئی واضح صورت داد تھی۔ برسوں کی بات تھی حکم نہ ہانپتے تھے سال سے ان پر ہمارے غور واری جھڑپ تھی۔ جن جن جوس کے سوچ ہے وہ چھری ان کے پتلے میں چھپی رہیں۔ اور نواب ہمدرد کی ٹھکری ہلا دینی میں مصروف رہیں۔

جب نواب ہمدرد کی سواری پہنچی تو حکم نواب کا دل بھی طرے بڑھ رہا تھا۔ نواب دلا ہدایت لے کر آئے تھے تب بھی اس طرح دل نہیں دھڑکا تھا۔ یوں بھی جدا جملہ قاتلین وہ دھڑکوں میں۔ ہدایت کے وقت اسی وقت اور سنگوں کی شیشی نہیں لگتی تو ہم تک جھیں۔ آج صرف لڑتے اور جھارت کا طوفان کھل رہا تھا۔

”جہاں میں ایک فٹوں اور بے بیاد حم کے دہم کی جا ہے آپ ہماری دل شکنی پر قحی ہوئی ہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پتہ کالے میرے باپ کے سامنے۔ ریاست کے سامنے ذرا پیس سے آپ کا خون کا رشتہ جوڑنے پر اوجھار کھائے بھی ہیں تو آج کچھ لپکے کہ ہم بھی اپنی ضد کے پکے ہیں۔ بات اتنی بد گئی ہے کہ آپ کی بہت دھری ہماری نیکی کا باعث ہو رہی ہے۔“

”حضور جہاں فرماتے۔ میں مجبور ہوں۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں حکم نے آپ سے سر ہٹا کر کہا۔“ یہ لڑائی کا وہ ہم نہیں عقیدت ہے ولایت سوجھانے سے پہلے غصہ مہاں نے اچھا کی تھی۔۔۔۔۔ خدا اُمیں کوٹ کوٹ جنت نصیب کرے۔“ یہ بحث یہ سوچ بچار کے بعد خانہ صاحب نے اُمیں بکھایا تھا۔

”دانشہ ذی حق فرمادی ہیں حکم۔ اسے وہ کم سن نازک اندام چھو کر۔ چٹائیے بھی وہ تو خود ہی مستحق تھا۔

ہمدرد نے ان کے خون کی عزت افزائی کی غرض سے نجان کے ہمد کا بھی ذکر فرمایا۔ مگر نواب حکم جس سے کم نہ ہو تھیں۔۔۔۔۔ صراحتیں نہ ہانپے کیا کیا جتن کر کے سرکار کو بھلائے ہوئے ہوتے۔ مگر حکم کے اپنے تمام ان ٹی پی ہمدردی گرد رہی تھی۔ مثالی لڑاکے ہمدرد نواب ہمدرد کا گھر ہی گھر کے نواب حکم کے زیادہ تر جواب ان کے ہاتھوں تک پہنچے ہی نہیں تھے۔ میں طرے طرے کے سامنے جاتے جا رہے تھے۔ کسی میں اس کشتی کی بہت نہ تھی۔ بد کے ہوئے کھوٹے کو طرے طرے بھلا جا رہا تھا۔

وہ تو خجست یہ ہوئی تھی کہ نواب ہمدرد کو بھی کام نہیں رہا تھا۔ وہ میں نواب نواب کر اس کی تحصیل کرتے تھے:

”مقام زادہ وہ جو کھلی سے جاتی دھاری تھی جس نے تھوک دیا تھا۔ وہ۔“ انھوں کی طرے تھاتے اور صراحتیں ملکیت مستحق سے فوراً قبیل غم کے لئے وہ لڑتے اور جاتی دلا کی بجائے کسی اور جنت کی کلی کو پکڑ کر حاضر خدمت کر دیتے۔ نواب ہمدرد چھپائی ہوئی جو مجلس آنکھوں سے اسے دیکھتے اور ہمارے ہالے لگتے۔

میں بارگ میں ایک قیامت ہوا تھی۔ سب کے سروں پر موت منظر رہی تھی۔ طرے طرے کے سمجھنے۔ بجائے گئے ہمدرد پھانے گئے مگر اعلیٰ حضرت کی کلی مجھے بھولنے کو چاہتے تھے۔ ہم اُمیں بھی کسی صورت کا بادی نہیں دیتا تھا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے پارہہ جاتے تھے۔ لوگوں نے اُمیں بے وقوف ہانپنے کی بھی کوٹھلی کی۔

”اسے قیامت شوم حضور دلا اعلیٰ تو طرے ہی حاضر خدمت ہوئی تھی۔“ طرے کو حاضر کیا جاتے۔ ”وہ لڑتے۔“ مگر سب اپنی ہی طرے طرے کی آغوش میں اڑتی گئی تو وہ بے صواب دو تھاپاں بھولنے لگے۔ طرے اور اس کے لواحقین کی خوب جوشے کھری ہوئی۔ اور وہ ہمارے کھلی کے لئے اپنی دیاں دگھونے لگے۔

جب سب کی جان بولی پر ٹھک گئی تو انھام کو اس کے سوا اور کوئی چاہت نہ

"نیکم ہمیں لگاؤ نہیں دیکھتے" ایک بھونے سے وہم کی خاطر ہمارا دل چلتا  
چرکے دھکی دھکی ہیں۔ ہم مانتے ہیں اس کی دکان میں آپ کا خون ہے۔ ہم اس کا  
کر رہے ہیں۔ ہم نکل کر رہے۔ اور اگر نہ آئے پر تو کی جانب دھوبائی سے اس  
کے گلے سے لٹکے پدا اور اتھاری دھبے مرادو آئے گی وہ اپنا دل بند ہو گا۔"

"نکل فراتے ہیں مانی جانے کو تو وہ صبا صباں اور پانیوں کے دھبے  
جگہ دیں۔ چپ دار اس کی زبانیں سل رہے تھے تھیں بھی گواہیں ایک رہی  
حق آئی اسے نکل کا مرتبہ طافا رہے ہیں۔" نیکم پڑا آئیں۔

نکل کی رنگ روٹی پڑ تھیں یہ کہ نواب ہمارے گلے سے چپک گئی۔ حشر  
ہے بھگت! ایک قیامت ہے! خاکم نے ہمیں کس کا نہ رکھا۔۔۔ کس ہے؟ ادنی  
ہمارے تو اپنی لڑائی کو۔ اچھا رہنے دیجئے۔ یہ ہر کے گلے بھی پڑے حشر دار  
ہیں۔ کیا ہم ایک نکل کو دیکھیں گے؟ افسانہ قسم دار سے "نکل" ہاتھ نہ لگائیں  
گے۔ "مگر نیکم کی آنکھوں میں اچھے ہوئے طوفان نے ان کی ذہنی دلی پر اس ڈال  
دلی۔

"خیر مر اس پر چپکے۔" مگر نواب ہمارے منی کو بل کر رخصت ہو گئے۔  
اگر خاتون صاحبہ نے سمجھ لی تھی تو نیکم نواب دھبہ دھبہ ہو جاتیں۔ انیسویں  
ہر کا پڑنا ہوا۔ کیونکہ ہم کو دیکھ دیکھ کر اس کی مری کی طرف فریاد ہو گئے  
تھیں۔

"یہ نہیں ہو گا۔ ہرگز نہیں ہو گا" بھرتے بیٹھتی نہیں ہو گا۔  
"نہیں ہو گا" تو ان ہاتھوں بھی حشر دھبی "نہیں ہو گا۔" خاکم صاحب کی  
آنکھوں میں سونہرے جگہا اچھے۔

دلنکل اور دلنکل میں زور زور سے زور زور رات کے قبل یہاں تھے وہیں  
نیکم تھے ہوئے تھے۔ ہاتھوں بھی طرف گھٹو ہاتھ کو دھبہ چپک کر صبر کے پانی میں  
ہلادی تھیں۔ مندی دھبے گل دل کو سے نور ہیلیس دیکھ دیکھ کر بھی نکلا دیں  
ہر رہی تھیں۔ اس کا ہاتھ ہوا ہے۔ جب دلنکل جگہا دیکھ کر تار ہوئی تو جہم جہم

"نکل کا ہی ہوئی ہے سرکار۔" مگر موم کی ٹٹوں میں ایسے گلے آپ جیسے  
ہو گا حاکم کو زب نہیں دیتے۔ "نیکم کی آنکھوں میں لڑا کھیلنے کا۔

"ہمارا مطلب ہے وہ تو ہوی چپکے۔" کس بھی تو نہ بھی ہوں گی۔ یہ  
ہوئی ہماروں کا سزا تو ہے؟ نواب صاحب فوراً دھبے چپکے۔ "خیر نیکم خد  
بھونے اور۔۔۔"

"جلد عالم یہ مرنے والے کی آخری وصیت کا سوال ہے۔ ان کی دعا کو  
میں نصیب نہ ہو گا۔ میں مٹھیں انیس کیا گنت دکان کی۔"

"ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہمیں دیک بچانے کے لئے شوشے بھروسے  
ہمارے ہیں۔" نواب صاحب بھلا اچھے۔ "اور ہر ہم اسے ہادی میں ہمارے  
ہیں۔ ہم اسے نکل میں لائیں گے۔" نواب صاحب ہاتھوں پر دھبہ بھرتے گئے۔

"نکل؟" میں نے اسے جی کا ہے "اور وہ بھی جی ہے۔ آپ کی بھی جی  
ہوئی؟ یہ کھلا عظیم" نیکم کی آنکھوں میں خرابی سے لگے۔ "نکل جائز نہ ہو گا۔"  
"لا لالہ ولا قودا" یہ کس مورد کا لفظی ہے؟ کس حشری ہیں نیکم؟ آپ نے  
نکل لکھا تو وہ ہم پر حشر ہو گی؟ کون کی شریعت کے علم سے؟"

"بھولی انہاں کے قول کا اس آپ پر بھی اتنی دوا بپ ہے جتنا کھ ہے۔" لڑا  
کہہ دیا نہ گا۔ "اس سے نکل لہانے کے لئے مجھے طاف دیا ہو گی۔"

"آپ ہادی ہیں نیکم ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کے ہر اور حشر دارے خون  
کے پڑے ہو جائیں گے۔ جی ہاتھ کئے نیکم اس دھبے میں ہو گئی سوچا اور  
۔۔۔"

"تو یہ کچھ ضرور اگر گل بھلی ہوئی کا ادا کرتی تو ہادی کی کی غم ہو جی  
ہوئی۔ یہ نہ ہو گا۔"

"نیکم ہو گا۔" نواب ہمارے ہاتھ سے کھڑے ہاتھ سے کھڑے "تو نیکم کو  
بھو نواز مر رہا۔"

"مانی ہاں ایسا ظلم نہ کیجئے۔ آپ کو کیا کی ہے؟ بھولی ہوئی کو کاہن کیجئے۔"

کئی لوہے کی چمک کی قدم پڑی کو حاضر ہوئی۔ انہوں نے جلی صورت سے اسے ہر  
سے ہر ایک لپٹا۔ ایک تڑپا سا چہرہ میں اترتا چا گیا۔ ظفر علی خاں کے گھر پر  
ایک اور شخص کی قسم پر پہنچا ہو گیا۔

ایک نہ کسی وہ کھڑا تھا۔ وہ اپنی ہی قبر ہو چکا ہو تو سنے اور پائے سب  
ہی ذمہ ایک ہو جاتے ہیں۔ اس خفا کو لوہے کی چمک نے اسے بڑے پیار سے بھرا۔  
دماغ میں طوفان کھولنے لگا۔ عالم صاحب نے مصلیٰ کی سختی چٹائی کی انہوں نے  
پانی کا منہ بیٹھا کر لیا۔ بد نصیب سسرال جانے کے لئے یہ قرار دیا۔

وہ بھی دلتا پے کے لئے میں بھولتی چلی تو اس کے پاؤں تھکے تھکے پڑے  
تھے۔ کچھ جی نہیں تھا۔ کئی پاکی میں وہ سوار ہوئی اور سرخ چٹائی پر دے پھوڑ  
دے گئے تو ساری محل سرا کی لڑکیوں کے بھجوں پر منانے لگے۔ کچھ نے اپنی  
کشتی کا ٹکڑا کر انہوں پر کھڑا کر لیا اور سسکتے لگیں۔

پہلی دھوم دھام سے دھن کی ساری دھماکی چمکت پر پہلی۔ پاکی بچ  
بارہ درہی میں رکھ دی گئی۔ لوہے صاحب کا دل مست ہون کی طرح تھک چکی بھر رہا  
تھا۔ کم سن دھنوں کی طرح کھڑے پہلے بھرت رہے تھے۔ بس اب کئی دم میں  
چھٹی ہادوں کے درمیان سے علی تپ کر نکلے گی اور فرس جیتی کو پھر تک دے  
گی۔

سراہوں نے ہر دے اٹھائے۔ نہ علی تپائی نہ شط پکا۔  
اچلی انگلیوں کو اترنے سے روکنے کے لئے اس نے کس کے مٹھیاں بھیجی  
لی جس کی سبکی سبکی پاکی کے کونے میں دی جلی جلی جی جی جی جی جی جی جی جی جی  
او گھ گئی وہ 'اور وہی جاگ جے گی'!



## مغل بچے

وہ مرتے مر گیا مگر مظلے شہنشاہیت کی خند کو برقرار رکھا۔

صبح پور بیکری کے پھیلنے کھڑوں میں گوری دھوی نکالنے پر اسے سوئے  
ذمہ کی طرح نکلتا تھا۔ علی آئند کا وہ حیرت کھٹا سا مکان ایک بار کھائے ہوئے  
میں سے بچے کی طرح نکلتا تھا۔ دیکھ کر ایسا مظلوم ہوتا تھا وقت کا بھر پھل اس کی  
ناخوشی سے عاجز آکر آگے بڑھ گیا اور شاہی شہنشاہیت پر ٹوٹ ڈالا۔

گوری دھوی سفید بیک چاندنی بچے تخت پر سفید بے دار پہنوں میں ایک  
سبک سرور کا مقبضہ مظلوم ہوئی تھی۔ سفید اچھوٹا ہال 'سید غلام کی سفید دھوئی  
ہوئی مٹھی جیسی چلے' جی کر لیا۔ انہیں جن پر سفیدی رنگ آئی تھی 'پہلی نظر میں  
سفید نکلتی تھی۔ انہیں دیکھ کر انہیں پتہ چلے کہ وہ جاتی تھی۔ جیسے ہی پہلی چاندنی  
کا فہرہ ان کے گد مٹتی ہو۔

نہ جانے کب سے چلے جا رہی تھی۔ لوگ ان کی سر سے لہرے ہاتھ  
تھے۔ پہلی کیم سے لہرے آئینوں سے وہ اسے سال کیا دیکھتی رہی تھی۔ کیا سوچتی  
رہی تھی کچھ بھینکی رہی تھی۔ یاد تھا اس کی عمر میں وہ بھری اہل کے پکا دھوا  
سے جاتی تو تھی جس کی عمر میں نے دھن کا کھمکھت بھی نہ اٹھایا۔ کھوار پن کی ایک  
صدی انہوں نے انہی کھڑوں میں جاتی تھی۔ جی گوری بی سفید تھی اسے ہی  
ان کے دھوا سیاہ بچے تھے۔ اسے کالے کالے ان کے آگے چلے جی گوری بی بچے  
کر بھی دھواں دیتی رہیں۔

سر شکر کھانا کھا کر بھولیوں میں سو گیا۔ بھر کے ہم بچے لافوں میں پاک کر

کے گھر دیکھتے دیکھتے خاک ہو گئے۔ یہی وہی احمد اور علیوں میں مثل ہے جسے  
ہر آنے سنان کی طرح جانتے۔ جو کچھ سے وہ گئے جسے کسی نے نہیں گئے سے  
تھکے کھینچا۔

تب ہی مثل ہے اپنے غور اور غور داری کی نگاہ، انہماک میں مست کر اپنے  
اندرونی اندر سمجھتے چلے گئے۔ مثل ہے اپنے گھر کے مکھنکے ہونے جاتے ہیں۔  
کچھ سے مثل کی یہی باتیں ہیں کہ اس کے طالع کے وہ چار چھ آئینے یا ضرورت سے  
لڑاؤ ٹھیک ہوتے ہیں۔ مثل سے قریش کی طرف جھٹکے تو باقی قوانین (اگر گئے۔  
زندگی کی قدر میں خطا نظر ہو گئی۔) سارے سے لڑاؤ جذبات سے کام لیتے گئے۔

انگریز کی چاکری سنت اور میت مزدوری کی سرشاری جو کہ ۱۹۱۱ء سے پچ  
چ کر کھاتے رہے۔ ادارے لپا کے پکا مذہب جس کی جگہ ملی کے پیر کے چنگ کے  
پایوں سے جانتی کا پڑا ٹیکڑے جاتے تھے۔ (جو اور بڑوں کے بعد گئے ہر زبے  
نوج نوج کر کھاتے۔) پان دہن کی تھیں سل ہے سے بکل کر کھرا نکرا بیٹھ لڑا  
کھائیں۔ گھر کے صوفیوں میں شریک کی لڑاؤ تین توڑتے۔ شہر کے پان گھٹی اپنی بیٹی  
اور شریک بیٹی تھیں گل گئے۔ گھر کی بڑیاں پھپھ کر سلائی کر تھیں۔ چار  
بڑیوں سے پرانا مل جانا یا کھل کے بچوں کو قرآن پڑھا دیتیں تو کچھ غور نہ لے  
جاتے۔

کالے مہاں نے وہ سنان کی بچھڑ خلی کوئی کا کھوٹا لیا جسے موت کی گھڑی  
میں نکل دیکھے ہی باپ مہاں کی مٹی کی ہوئی شادی نہ تھی۔ کالے مہاں سر ہٹا کے  
دو مہاں گئے۔ کسی سر ہٹا رہے ہیں آری صحت کے وقت اور پھیل رہا۔  
مہارہارہ دھن کو ہاتھ لگا یا کھلی ہو جانے کی۔

مثل چچ جاتے کھاتے خاک کی طرح پختہ سر سے اس کا انگلی لہا اور ہار چلا  
گیا۔

نہی میں کھینچ رہی تھی۔ ایک ماتم بڑا ہو گیا۔ مہاں خانہ میں اس سڑکری کی  
قریش میں اس لڑائی کی پھر آری صحت کے رخصت ایک قیامت تھی۔

جوتہ جاتے اور ہوائی زندگی کی دہلیز کر باقی شخص ہو جاتی ہار ہار ہی کر بھی بی نہ  
بھرتک لہو اگر گوری بی اور کالے مہاں کی کھلی دہلیز چلی۔ چپارے کی مثل پر چتر  
چڑھ گئے کر آئی گوری دھن کا کھٹ کھٹ بھی نہ اٹھایا۔

دھن سال کے سال پر مارا ڈھکڑے کر کچھ پر دھلا بول دیتے۔ بچوں کی  
مید ہو جاتی راج پر گھڑی کے ہارسوار شاہی کھنڈوں میں آگہ بھلی کھینچ کھینچتے جب  
خام چچ جاتی تو کھلی کھلی شرمی لہا سے وار گھٹے لگے۔ ہر کوئی سے سامنے لگتے۔  
دل دھک دھک کرنے لگتے۔

"کالے مہاں آگئے۔" ہم ایک دوسرے کو ادا کرتے کرتے جاتے بھاتے  
اور گلیا اندھ کے وہ حلوہ مکان کی آغوش میں دھک جاتے۔ کالے مہاں پر  
اندر جوتہ کے میں صحت کی طرح پچھ مٹوس ہوتے۔ ست سے بچے مرنے کے  
پور حضرت سلیم پتشی کی دہ گھر پر ہاتھ رکھا۔ تب گوری بی کا نہ دیکھا نصیب ہوا۔  
مہاں باپ کی آنکھوں کی لٹک کر گوری بی جی ضدی تھیں۔ بابت بات ہے انسانی  
کھلیاتی سے کے چچ جاتے۔ ہرک بڑھکی کر دیتی گھر میں کھانا پکا کھلی سے نہ  
میں ان میں کا قند انصاف کر تھیں جو ہر ادا جانا گوری بی نہ کھائیں تو لہا پڑا کچھ  
تو لہا توڑتے۔

بات اتنی سی تھی کہ جب مٹی ہوئی تو گھولنے سے غافل تھیں کھینچ گئے۔  
گوری دھن کا دھن۔

مگر مثل ہے ذوق کے مادی میں ہوتے۔ سہل سہل ہر س کے کالے مہاں  
اندرونی اندر کھینچے رہے۔ مثل کر مرزا ہوتے رہے۔

"آئیں بھلی ہو جانے کی خیال یہ کالے کالے ہاتھ نہ لگا۔"

"میں سے غافل کی بات ہے تھوڑی تو چھانیں ہی تو کھلی ہو جائے گی۔"

"چچا تھیا ہے مادی مرزا ہیں انہماں کی۔"

انگریزوں نے جب مثل شہر کا آخر شہر کر کیا تو سب سے بڑی مثل بچوں  
پر تھی کہ وہی لڑاؤ عہد سے سہلے بیٹھے تھے۔ ہاتھ جا بگھر بچوں ہانے کے بعد لاکھ

دار۔

”آخر خدا سے لڑائی ہے۔ اس کا حکم نہ ماننا مکمل ہے۔“ ایک پارٹی میں  
ہوئی تھی۔

”کس کی دامن نے خود کو گت اٹھایا ہے؟“ دوسری پارٹی کی دلیل تھی۔  
کالے میں کا بھو چور سے بلوا کر دامن کا گت اٹھانے کی ساری  
کوششیں باہم نکلیں۔ وہاں گھوڑ ساروں میں بھرتی ہو گئے اور یہی کو باقی بچتے  
بچتے رہے جو گوری بی کی اہلی سوسنے کے حشر پر مار آئیں۔

گوری بی کی بچہ بچوں میں نکلیں۔ ہر اٹھارے ہاتھ ہر میں مندی رکھتی  
رہیں اور بچے کے ہاتھ ہاتھ لڑائی میں لڑتی رہیں اور بچتی رہیں۔

پھر خدا کا گت اٹھایا وہاں ہلاک من گزری آجی۔ کالے میں کا خرم کی قوت  
جائے کس سوا میں تھے کہ بھگے آئے۔ ہلاکت کا ہاتھ بھٹک کر اٹھ بیٹھے۔

کالے میں کا مطلب کیا دامن کا گت اٹھانے کی بات کیوں ہو سکتی ہوگی۔  
کالے میں نے سر جھکا دیا۔ مگر خدا وہی رہی کہ حشر ہو جائے مگر گت اٹھتے

تو دامن کو اپنے ہاتھوں اٹھانے پر ہے۔ ”حقہ کھڑے میں قسم کھا چکا ہوں میرا سر ہم کر  
دیتے مگر قسم نہیں تو سکتا۔“

مطل جان کی کھولنے دیکھنی بھی تھیں۔ انہیں میں حشر ہوا میں نے  
سارا کھٹے کھٹا دیا تھا۔ میں امتحان خدائی دیتی تھیں ایک انہیں کو بھیجے سے

کالے بیٹھے تھے۔ کسی نے کالے میں سے نہ پوچھا تم نے ایسی امتحان قسم کھائی ہی  
کیوں کہ انہیں بھلی زندگی طلب ہو گی۔

خیر صاحب گوری بی ہمارے دامن بھائی نکلیں۔ گلیا اٹھ دلا مکان پھر یہاں  
اور خیر صاحب کی خوشبو سے میک اٹھا۔ اہلی نے بھلایا۔ ”تم اس کی تنگدہ ہو

بچو جان۔ گت اٹھانے میں کوئی عیب نہیں۔ اس کی خدہ چوری کر وہ سب ملنے کی  
تنگدہ جانے کی۔ تھوڑی دیر خیر صاحب کی گوری میں پھول برس گئے۔ لہ

دوسل کا حکم ہوا وہاں کا۔“

”بھائی اس کا خود چننا چور کروں گا۔ کسی ایسے دیسے سے نہیں ملے  
پس سے واسطے ہے۔“ کالے میں بھلا رہے۔

کالے میں شہر کی طرح چوری سوسنی ہوا رہے۔ دامن ایک کونے میں  
خسروی بی کلاب رہی تھیں۔ ہمارے اس کی بیٹی کی ریلوے کی کیا؟

”گت اٹھانے۔“ کالے میں فرماتے۔  
دامن لڑائی لڑتی ہو گی۔

”ہم کہتے ہیں گت اٹھانے۔“ کسی کے مل اٹھ کر رہے۔  
سیلیوں نے دیکھا تھا۔ دانا ہاتھ ہونے کا ہر چہ گاہ خود ہر گت اٹھ

کو ہاتھ لگاتے دیا۔ دامن بھی زبان ہر اٹھتے کرے اتنی ہی زیادہ پکارت۔  
”دیکھو بی تو تاننا دانی ہے کہ اپنے گوری کی ہوتی تو بھری ہی رہتی ہو۔ گت اٹھ

اٹھانے۔ ہم قصارے ہاپ کے تو کر نہیں۔“  
ہم۔ دامن پر جیسے طعنا کر گیا۔

کالے میں پتھر کی طرح ایک کر اٹھے ہر چہ اس اٹھ کر بھل میں دامن اور  
کڑی سے ایک ہی طرح کی ہو گئے۔ سچ کی گاڑی سے وہ ہر چہ ہر چہ

گھر میں گھومتا تھا۔ ایک اتنی ہر دامن کے ساتھ اتنی تھیں جاگ رہی  
تھیں۔ کین دامن کی بیٹیوں کی طرف نکلتے تھے۔ جب دامن کے کمرے سے چل بھی

نہ اتنی تو دامن کے تو چہیں کا دم لگنے لگا ہے ہے کسی ہے مایوسی ہے۔ وہی بھی  
مسموم اور کھواری ہو گی اتنی زیادہ دن کھائے گی۔ کیا کالے میں میں کھوت

ہے۔ بی چاہا کو چاہیں میں کو کے قصہ پاک کریں۔  
پچھلے سے کمرے میں بھلا کھوتی ہی تھے ہو کہ۔ دامن بھی کھوتی تھیں دوسری

تھی اور دانا صاحب۔  
ہائے غیر دلچسپ قسم کے ہنگامے ہائے کھواری تھیں وہی مشکل سے

دامن نے ہر چہ تھی کمرے میں۔ اس ہر طرح کی چہ تنگدہاں ہوتی رہیں۔  
خاندان میں وہ پارٹیاں میں نکلیں۔ ایک کالے میں کی دوسری گوری بی کی طرف







صحت کے مسئلے کو اجاڑنے کے لیے اس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔  
 نظر دینے سے پہلے - مسئلے اس طرح سے حل ہوتے ہیں جو  
 اجاڑتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہے۔ اس کے حل میں ہے۔ اس کے  
 خارج میں ہے اس کے حل میں ہے۔

2021

صحت کی تعلیم اور طب کے نئے ہتھوڑے۔ انہوں نے بعض نئی چالی ایجادیں بھی سامنے لگائی ہیں۔ کہ اب کھانا کونسی بھی کھائی دیتے انہوں نے جو کھانا ہے اب وہ طب میں ہر روز صحت چنانچہ کا حاصل ہے اس کا شکر ادا کی جاتی اور نکل سے کرنا ہو گا۔

(100%)

**RHOTAS BOOKS**

Almog Chambers, 5 Temple Road Lahore Rs. 45/-

www.egyptiainfo.net

جب ہم وہ لمحے سنے تو جیسے اچھل کر مٹی میں پھنس جاتے اور رات کو  
سایہوں کی پتھاری میں کرساتے ہیں چونکہ گریچوں میں رہتے۔

گوری بی نے مداری عمر کیسے کیسے ہاک نکلائے ہوں گے۔ کیسے اکیلی ہمارا  
 زندگی کام جو اسیا ہو گا۔ پیارے کے ریلے سے ازلوں کا بھی کسی نے نہیں جوا۔ ہسپوں  
 اپنے جسم کی ہمارا کہ کیا ہوا ہے ہا ہا ہا

لاٹری کھانی میں لقمہ ہو جائے۔ مگر قسط معمراری فی

ہارے چاہیں ہیں بعد کالے پھل اچانک آپ ہی کن دھکے اسی قسم  
 جسم کے علاج امراض لائق تھے یاد ہو سزا دی تھی۔ دوم دم دس ہفتہ چار  
 کے ہارے ہار سزا دی جاتی تھی۔ تیس اگھوں میں سرخشی اچانک دی تھی جن کے  
 سارے جان چنے میں اگی سزا دی تھی۔

مگر یہی ہے کہ مشکل آسان کر جائیں۔

ایک کم ساٹھ کی دھن نے دھن سے دھنسا ہوا مہاں کو مٹانے کی چارواں  
شہادت کر دی۔ مندی کھول کر پتھر پھینک دیں۔ پانی سو کر چڑا پاک کیا۔  
ساک کا پچھتا ہوا گل سفید گلاب میں دھلا۔ صندوق کھول کر کڑی پودہ چھتا بھرتا ہری  
کاٹھا لٹال کر پتھر اور کھانے میں دم ڈالتے رہے۔

جب گوری لی شہابی لکھی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی گئی کے سہارے پہنچی تو مجھے پہچانتی تھی۔ نور کوڑا بھڑکے ہوئے کالے سہارے کی جلی بھرنے والی سی تھکی گیڑ پروردگار کی موت کے فرشتے سے اٹھتے ہوئے کالے سہارے نے حکم دیا۔

گوریل کے ساتھ اے کریم علی علیہ السلام سے ملے کر رہے۔  
 اگلے سال دم دار ہو گئے تھے۔

۱۱ (۱) کہیں سے آنکھوں پر چھائی ہوئی سیاہ کی چوڑاؤں کی طرح کی سیاہی ہو۔  
 (۲) اچھے کا غلبہ نہ ہو، اچھے کا غلبہ نہ ہو۔